

آؤ لوگو کہ یہین نور خدا پاؤ گے : لو تمہیں طور شقی کا بتایا ہمنے

# ریوواؤ

یعنے

## دنیکے کا مذاہب پر

جلد ۴ بابت ماہ فروری ۱۹۰۵ء نمبر ۲

### فہرست مضامین

عیسائیت کے فرقہ واران کے اعتقاد ۷۷-۸۶	پرو ۵۰۰ ..... ۲۵
کیا قرآن شریف تاریخ کے خلاف کہتا ہے؟ ۸۶-۸۹	۳۲-۲۵ پر دہ کی ضرورت
روایہ والہامات حضرت مسیح موعودؑ - ۹۰	مسلم ریقارم کے نماز پر حملوں کا جواب ۶۲-۷۷

# اختیار الاسلام

اس کتاب پر ایک بہت مختصر ساریو بسبب کی گنجائش کے گذشتہ اشاعت میں لکھا گیا تھا۔ اس زمانہ میں مذہبی مباحثات ایسے عام ہو گئے ہیں کہ قریباً ہر ایک خواندہ آدمی کیلئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہ مختلف مذاہب کے اصولوں سے واقفیت حاصل کرے۔ ہمارے مخالف مذاہب نے یہ عجیب طریق اختیار کر رکھا ہے کہ مذہب اسلام کی برکات کی طرف جو مذہب کی اصل روح ہے توجہ نہیں کرتے اور نہ ہی ان برکات کے بالمقابل اپنے مذاہب میں کوئی خوبی دکھا سکتے ہیں صرف اعتراض پر زور ہے پس ایسی حالتیں ہر ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ آریہ وغیرہ مذاہب کے اصول اور ان اصولوں پر جو رد واقع ہوئی ہے اس سے پوری پوری واقفیت حاصل کرے اس غرض کیلئے کتاب ... اختیار الاسلام جو ماسٹر عبدالرحمن صاحب نے نہایت محنت اور جانفشانی سے تالیف کی ہے اور جس میں آریہ مذہب کے اصول کی غلطیاں دکھائی گئی ہیں نہایت مفید ہے امید ہے ہمارے دوست اسکی اشاعت میں پوری کوشش کریں گے یا دیگر

جہاں شک سے کمرے کیرم نے مجھے فہم عطا فرمایا ہے میں دلیری سے اس کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ حق کے طالب ایک طرف ترک اسلام اور دوسری طرف ”میں مسلمان ہو گیا“ پڑھیں غالباً ناظرین کو یقین ہوگا حق کیا چیز اور حق کی پیاس کیا چیز ہے اور اسکے نتائج کیا ہیں نور الدین از قادیان

کتاب اختیار الاسلام علی الجملہ فی الجملہ بہت عمدہ اور لطیف ہے اور ہماری امیدوں سے بڑھ کر مفید تالیف کی گئی ہے یہ کتاب نہایت درد مندی اور جانگداز محنت سے تالیف ہوئی ہے بہتوں کی ہدایت کا موجب ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ

عبدالکریم از قادیان

نوٹ: تمام درخواستیں ماسٹر عبدالرحمن صاحب سے در تعلقہ اسلام کے نام آنی چاہئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 سَمْعُہٗ وَنُصْلٰی عَلٰی سُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

پَرْدَہ

۳۔ پَرْدَہ کی ضرورت

گذشتہ اشاعت میں اسلامی پردہ کے حدود بیان کر نیکے بعد ہم نے پردہ پر بعض اعتراضات کا جواب دیا تھا اور یہ دکھایا تھا کہ یہ سب اعتراض صرف نا سمجھی کی وجہ سے ہیں ورنہ پردہ عورتوں کو ضروری تعلیم کے حاصل کرنے اور ضروری کاروبار کے کر نیسے نہیں روکتا۔ اب تیسرا سوال پردہ کے متعلق یہ پیدا ہوتا ہے کہ پردہ کی ضرورت کیا ہے۔ قبل اس کے کہ عام طور پر اس سوال پر بحث کی جاوے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر اگسیقد رد کر ان تحریکوں اور تجویزوں کا کیا جاوے جو آج کل ہندوستان میں بعض تعلیم یافتہ مسلمان پردہ کے دور کر نیکے لئے کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے یہ بات بیان کر نیکے لائق ہے کہ قرآن شریف سے پردہ کی منسوخی کے دلائل تلاش کرنا جیسا کہ بعض نو تعلیم یافتہ جنٹلمین کر رہے ہیں ایک بحث کو شش ہے ان مخالفین پردہ کا اگر یہ منشاء ہوتا کہ پردہ کی موجودہ صورت میں کسی قدر تغیر کر کے اس کے بجا تشدد کو دور کیا جاوے تو اور بات تھی مگر یہ لوگ تو اس امر کے در پے ہیں کہ جس بیباکانہ آزادی سے یورپ کی عورتیں غیر محرم مردوں کے ساتھ ملتی جلتی ہیں اسی طرح مسلمان عورتوں کو بھی ملنا جلتا چاہئے۔ مگر قرآن شریف اس کی تائید نہیں کرتا اور آیتوں کے معنوں پر اس وقت بحث کو چھوڑ کر ہمارے نزدیک وہی دو آیتیں جن میں عورتوں کو زینیت کے چھپانے کا اور مردوں اور عورتوں کو غضب بصر اختیار کر نیکا حکم دیا گیا ہے۔ مغربی عورتوں کی حد درجہ کی آزادی کی اس قدر صاف اور کھلی کھلی تردید کرتی ہیں کہ جس سے مہذب پارٹی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اسلامی عورتوں کا یہ جیادار طریق یعنی اپنی زینیت کو چھپا کر باہر نکلنا اور وہ بھی صرف ضرورت کے لئے۔ اور پھر مردوں اور عورتوں کا ایک

دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے پرہیز کرنا جس کا حکم قرآن کریم دیتا ہے۔ یورپ جیسی سولائی  
 بین کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ جہاں ہر شخص اس بات کو اپنے لیے باعث فخر و عزت سمجھتا ہے کہ  
 کسی مشہور خوبصورت عورت کے پاس بیٹھنے یا اس سے ہاتھ ملائے یا گفتگو کرنے یا تاج کی  
 مجلسوں میں اس کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر ناچنے کا موقعہ اُسے ملے۔ اور یہ اس غرض سے نہیں کیا جا  
 کہ ان باتوں سے مرد یا عورت کے علم میں کوئی ترقی ہوتی ہے جیسا کہ مسٹر دلاور حسین خیال  
 کرتے ہیں بلکہ محض اُن جذبات کے تقاضا کو پورا کر نیکیے لیے جو خوبصورت عورتوں کو  
 دیکھ کر جوش میں آتے ہیں۔ پھر جس طرح بناؤ سنگار کے مغربی عورتیں باہر نکلتی اور غیر محرم  
 مردوں کے ساتھ ملتی جلتی ہیں وہ بھی قابل غور ہے۔ انیسویں صدی کی ایک عورت  
 مصنف ان الفاظ میں ان عورتوں کی تصویر کھینچتی ہے۔ ”دور سے جب ایک عورت کی شکل  
 نمودار ہوتی ہے تو اس کے لباس کی بھرپور چلنے والوں کو خود بخود اپنی طرف متوجہ کرتی ہے  
 اور اس کے قسم قسم کے چمکتے ہوئے رنگ اور جواہرات اور چمکیلا لباس۔ اُن کی طرح طرح کے پھول  
 سب سے اوپر خوبصورتی کا تاج رکھا ہوا اور زیب و زینت کے عجیب و غریب ہلکے پھلکے سامان  
 اور آرائش کو بڑھانے کے لیے نازک سفید تاگوں پر پردے لگائے ہوئے جو سورج کی ہر شعاع  
 کے ساتھ اور ہوا کی ہر حرکت کے ساتھ چمکتے اور ہلتے اور کانپتے ہیں۔ یہ سب باتیں دیکھنے والے  
 کو امید دلاتی ہیں کہ ان چمکیلے لباسوں کے نیچے فلورا کا خوبصورت اور لکش چہرہ چمکتا ہوا دکھائی  
 دیگا۔ اور جب وہ قریب آتی ہے تو سب آنکھیں اُس کی طرف ایسی متوجہ ہوتی ہیں کہ گویا  
 باد صبا بھی اُس کی خوبصورتی کی ایک جھلک لینے کے لیے ٹھہر جاتی ہے۔“ اب ایک طرف  
 اس تصویر کو رکھ لو اور دوسری طرف قرآن شریف کے اس پر حکمت حکم پر غور کرو کہ عورتیں  
 اپنی زینت کو چھپا کر باہر نکلیں اور پھر بتاؤ کہ کیا قرآن شریف ان عورتوں کی پیروی کی تعلیم  
 دے سکتا ہے۔ جو باہر نکلنے سے پہلے کئی گھنٹے صرف بناؤ سنگار اور لباس کی آرائش پر  
 صرف کر دیتی ہیں۔ صرف اس غرض سے کہ جب وہ باہر نکلیں تو غیر محرم مردان کی شکلوں کو دیکھ کر  
 حظ اٹھائیں اور ان کے لباسوں کی اور اُن کی خوبصورتی کی تعریف کریں۔ کیا وہ لوگ جو  
 پڑوہ کی منسوخی کے درپے ہو رہے ہیں اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کی مائیں اور بیویاں  
 اور لڑکیاں اور بہنیں اسی طرح باہر نکلیں اور غیر محرم مردوں کے ساتھ جہیز جی چاہے چلی  
 جاویں۔ اگر یہی ان کی خواہش ہے تو کس چیز نے اُن کو روکا ہوا ہے۔



مخالفین پردہ نے پردہ کے ابتدائی تاریخ بھی اپنے ذہن سے ہی گھڑ لی ہے۔ محمد ابراہیم قریشی اخبار مسلم ریفرم میں جو برعکس نہند نام زندگی کا فور کا مصداق ہے لکھتا ہے کہ اسلامی دنیا میں پردہ بنی اُمیہ کے عہد سلطنت میں رائج ہوا اور اس سے پہلے مسلمان پردہ یا حجاب کے نام سے بھی واقف نہ تھے نئے اسباب راقم مضمون کے نزدیک یہ پیدا ہو گئے کہ ”خلفائے بنی امیہ کی ادبائشانہ بدکاری اور کھلا کھلا فسق و فجور اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ وہ شرفاء کے گھروں میں زبردستی داخل ہو کر بدکاری کے مرتکب ہونے لگے۔“

بہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ ایک سیاہ اور کھلا کھلا جھوٹ ہے اور راقم مضمون سوائے اپنے بدخیالات کے اور کوئی شہادت اس بیان کی تائید میں پیش نہیں کر سکتا۔ پس چونکہ یہ اس نے خود بخود ایک بات گھڑ لی ہے اور تاریخی شہادت اس کی ایک ذرہ بھی نہیں۔ اس لیے اس کے متعلق اس قدر کہنا کافی ہے۔ برخلاف اسکے تاریخ سے یہ صاف اور صریح شہادت ملتی ہے جس سے انکار کرنا محض حماقت ہے کہ پردہ کا حکم قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ نے اور آپ کے صحابہ نے اپسیر عمل کیا۔ حدیثین بالاتفاق یہ بیان کرتی ہیں کہ آیت حجاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ پس اگر پردہ کوئی شے ہی نہ تھا اور بنی اُمیہ کے وقت تک لوگوں کو پردہ کے نام سے بھی واقفیت نہ تھی تو حجاب کا مفہوم کیا تھا۔ اصل میں راقم مضمون نے اُریہ سماج کی نقل کی ہے جو کہا کرتے ہیں کہ ان کے درمیان پردہ مسلمان بادشاہوں کی جاہلانہ کارروائیوں کے سبب سے جاری ہوا کیونکہ وہ لوگ ان کی لڑکیوں کو زبردستی پھر کر لے جاتے تھے ان سب بیہودگیوں کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ اگر ان خود تراشیدہ باتوں کا کوئی تاریخی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا تو یہی ایک بات دنیا پر ان کا جھوٹ ثابت کر نیکی لیے کافی ہے کیونکہ ان باتوں کی عرض سوا اسکے کچھ نہیں کہ محض عناد کی وجہ سے بعض اشخاص کو بدنام کیا جاتا ہے۔ البتہ مسلمان بادشاہوں کی ”ادبائشانہ بدکاریوں“ کے جو وجوہات راقم مضمون نے بیان کیے ہیں وہ قابل توجہ ہیں وہ کہتا ہے کہ ”شرانجوری ان کا سب سے بھاری عیب تھا اور شرانجوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوسائٹی کے قواعد کی کوئی پروا نہ کر کے ان کو کھلے طور پر توڑا گیا۔ اب ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ شرانجوری مسلمانوں پر کبھی غالب نہیں ہوئی۔ اگرچہ خوف ہے کہ اب یہ ان لوگوں کی تباہی کا موجب نہ ہو جاوے جو ہر ایک مغربی رواج کے لیے دلدادہ ہوئے ہوئے ہیں کہ

ان کی کھلی کھلی بیویوں کو بھی مہینہ سمجھ کر انکھین بند کر کے ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں اور قرآن شریف بھی یہی تعلیم دیتا ہے کہ شرابخوری دنیا کی بہت ساری بدکاریوں کی جڑ ہے۔ لیکن شرابخوری ہمیشہ سے عیسائی قوموں کے اندر لعنت کا موجب رہی اور اب بھی ہر اس مقدس اور مطہر جہی نے جسکو خدا نے اپنے ہاتھ سے ہر ایک عیب سے پاک رکھا اور ہر ایک بدی کے بد نتیجے پر اطلاع دی۔ اسلام کے بابرکت اصولوں میں ممانعت شراب کا ایسا مقدس اصول جاری کیا کہ اس کی قوت قدسی کے سبب سے جو اسکے پیروؤں میں مقناطیس کی طرح اثر کر گئی آج تک شراب سے ایسی نفرت چلی جاتی ہے جیسے خنزیر سے۔ اور اگرچہ اور بہت سارے اخلاقی حالات میں مسلمان اس اعلیٰ مقام سے گر گئے ہیں جس پر نبی کریم صلی علیہ وسلم نے انہیں قائم کیا تھا۔ مگر شراب سے وہ اب بھی بہت ہی بچے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اب یہ بدی ان لوگوں کے درمیان رواج پاتی جاتی ہے جو بزرگ خود مغربی تہذیب کے پیچھے لگ کر مہذب بن گئے ہیں یا بن رہے ہیں۔ پس اگر شرابخوری ان قواعد کو توڑنیوالی ہے جو تمدن انسانی میں مرد و عورت کے میل جول میں ملحوظ رکھے جانے ضروری ہیں اور تجربہ بتا رہا ہے کہ دنیا ہے کہ بیشک شرابخوری کا مرض کل دنیا سے بڑھکر پھیلا ہوا ہے۔ اور سخت طاعون کی طرح نفوس کو ہلاک کر رہا ہے۔ بیشک یورپ ایسی جگہ ہے جہاں ضرور ہے کہ انسانی تمدن اور انسانی اخلاق کے ان قواعد کو توڑا گیا ہو اور ان سے لاپرواہی دکھائی گئی ہو۔ پس حقیقی معلم کا یہ فرض ہے کہ وہ مغرب کے تمدنی رواجوں کو جو کثرت شرابخوری کے سبب سے نقصان سے خالی نہیں ہو سکتے غور سے دیکھے اور امتحان کرے اور ان کی ظاہری کششوں کا دلدادہ ہو کر دھوکہ میں نہ آ جاوے۔

ان امور کو مد نظر رکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ مخالفین پردہ کی یہ کوشش کہ منسوخی پردہ کو ایک سہی فرض سمجھ لیا جاوے مضحکہ آمیز کوشش ہے۔ اور اگرچہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ محض انسانی کمزوری کی وجہ سے کسی مذہبی اصول پر کاربند نہ ہونیکا نتیجہ کسی شخص کے حق میں کیا ہوگا۔ مگر اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جو شخص اسلام کے مذہبی اصولوں کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتا ہے اور کھلم کھلا اللہ کی تردید کرتا ہے اس کا مسلمان ہونیکا دعوے باطل ہے۔ لیکن اصل سوال سے اسکا کچھ تعلق نہیں کیونکہ پردہ کے سوال کو ہم اسی حد تک محدود نہیں رکھنا چاہتے کہ اسلام نے پردہ کا حکم دیا ہے بلکہ ہم پردہ کی ضرورت کو عقلی طور پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو سب سے اول سوال

ہو گا یہ اثر بد ہے تو اس میں کچھ تشابہ نہیں کہ یورپ جہاں شرابخوری

یہ ہے کہ اس وقت کونسی ایسی تمدنی ضروریات اس امر کی مقتضی ہو رہی ہیں کہ پردہ کو دور کیا جاوے۔ اس کے جواب میں مخالفین پردہ یا مخالفین اسلام کی طرف سے یہ جواب دیا جاوے گا کہ سب سے اول ضرورت رواج پردہ کو منسوخ کرنے کی یہ ہے کہ تاحوریتین تعلیم حاصل کر سکیں اس کے متعلق ہم مضمون کے پہلے حصہ میں اعتراضوں کا جواب دیتے ہوئے بیان کر چکے ہیں کہ عمدہ سے عمدہ تعلیم جس کی اس وقت ضرورت ہے پردہ کے ساتھ بھی دی جا سکتی ہے اور تعلیم کے لیے عورتوں کی بے پردگی ضروری نہیں ہے۔ سن بلوغ تک لڑکیاں نہایت عمدہ تعلیم حاصل کر سکتی ہیں اور اس وقت تک ان کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہو اور اسکے بعد بھی اگر کوئی عورت اپنی تعلیم کو جاری رکھنا چاہے تو اس کے لیے نہایت آسانی سے عمدہ سے عمدہ انتظام ہو سکتا ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر پردہ اٹھا دیا جاوے تو کیا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان کی کل عورتیں تعلیم حاصل کر نیکی قابل ہو جاوین گی اس سوال کا جواب دینے سے پہلے مخالفین پردہ مردوں کی حالت پر غور کر لیں کہ ان میں سے کتنے فیصدی تعلیم یافتہ ہیں اور پھر کتنے فیصدی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ اگرچہ یہ دستور ہو گیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے مقابلہ کے وقت مردوں کو طرح طرح کے بُرے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ظلم اور غضب کر کے عورتوں کو عداوت ترقی سے روکا ہے اور اس کی غرض محض ایسا قدر ہوتی ہے کہ عورتوں کو خوش کیا جاوے۔ لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ دنیا کی تمام قوموں کی ترقی کی تاریخوں میں مرد ہمیشہ سے عورتوں پر فوقیت رکھتے رہے ہیں اور کیا علوم میں اور کیا انسانی ترقی کی دوسری شاخوں میں ہمیشہ سے عورتوں کو بہت ہی آگے بڑھے رہے ہیں۔ پس قدرتی طریق ترقی کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ اول مرد ترقی کریں اور پھر عورتیں۔ اس لیے جہاں ہم اس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ عورتوں کو تعلیم دینا ضروری ہے۔ ساتھ ہی یہ جتنا دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ابھی ہندوستان کی یہ حالت ہے کہ نسبتاً ہمیں مردوں کی تعلیم پر زیادہ زور دینا چاہیے۔ کیونکہ جیسے جیسے مرد ترقی کرتے جائیں گے۔ عورتیں بھی ترقی کرتی جاوین گی اور ان کی تعلیم لازمی طور پر مردوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ چلے گی۔ پھر دوسری وجہ منسوخی پردہ کی یہ بتائی جاتی ہے کہ عورت کو پردہ میں رکھ کر اس کی کام کرنے کی آزادی چھین لی جاتی ہے۔ مگر یہ بھی جیسا کہ پہلے دکھایا جا چکا ہے صحیح نہیں ہے شرعی پردہ عورتوں کو کسی قسم کا کام کرنے یا تجارت کرنے یا ملازمت کرنے سے نہیں روکتا۔



اور یہ اعتراض محض غلط فہمی کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ انگلستان میں جو عورتوں کے لیے ملازمت اور اشتغال تجارت اور پیشہ وری کی زیادہ ضرورت محسوس کی گئی ہے اس کی خاص وجوہات ہیں جو ہندوستان میں موجود نہیں ہیں۔ سب سے بڑی وجہ اس ضرورت کے پیدا کرنے والی انگلستان کی آبادی میں مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد کا زیادہ ہونا ہے۔ پس بموجب قاعدہ انگلستان کے سب عورتوں کے لیے مرد نہیں ہو سکتے یعنی ایسے مرد جو ان کو بیاہ سکیں۔ اور ایسے جو عورتیں زاید ہیں وہ اپنے گزارہ کے لیے مجبور ہیں کہ نوکری یا تجارت کا پیشہ یا کوئی اور کام اختیار کریں۔ اس طرح انگلستان میں جو عورتوں کے پولیٹیکل حقوق کا شور اٹھا ہوا ہے اس کی بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ عورتوں کو مردوں کی طرح تجارت وغیرہ میں پورے حقوق نہیں دیئے جاتے اور نہ ہی مزدوری کے وسیع میدان میں ان کو مردوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اگر انگلستان میں عورت کی راہ سے وہ روک اٹھا دیجاوے جو محض جنس عورت ہونے کی وجہ سے اس کے راہ میں ڈالی گئی ہے تو عورتوں کو بھی اپنے پولیٹیکل حقوق پر زور دینے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن انگلستان میں خواہ یہ کسی رنگ کا سوال ہو کسی سمجھ دار آدمی کی آنکھ تک یہ رائے نہیں ہوئی کہ ہندوستان میں بھی عورتوں کو پولیٹیکل حقوق دینے چاہئیں پس کیوں بیوجہ ہم یورپ کی تقلید کر کے اپنے آپ کو مصیبتوں میں ڈالیں۔ عورتیں تو ایک طرف رہیں ابھی تو ہندوستان کے مرد بھی اس قابل نہیں سمجھے جاتے ہاں جب کانگریس اپنی کوششوں میں جو وہ مردوں کے لیے کر رہا ہے کامیاب ہو جاوے گا تو پھر عورتوں کے حقوق کا بھی ایک کانگریس کھڑا کر دیا جاوے۔

الغرض اس وقت صرف اس قدر ضرورت ہے کہ مروجہ پردہ کے نشہ کو دور کر کے اسے اسلامی شرعی پردہ کے مطابق کیا جاوے۔ یہی امر فائدہ مند بھی ہوگا اور اسی کی ضرورت بھی ہے اور اس سے بڑھکر کسی بات کی لوگ برداشت بھی نہیں کر سکتے اور یہی آخر کار قوم کی فلاح اور خوشحالی کا موجب بھی ہوگا۔ مخالفین پر توہ کی بجا ویز جو ہندوستان میں یورپ کی عورتوں کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں مسلمانوں کی حالت کے بالکل مطابق نہیں ہیں کیونکہ ایسے امور میں تو اگر کوئی تبدیلی ضروری بھی ہو تو وہ تدریجی ہی ہونی چاہئے لیکن اس قسم کی تبدیلی کہ عورتوں کو ان کی موجودہ حالت سے نکال کر

جس میں وہ بالکل بند ہیں وہ پرے درجہ کی آزادی دیا دے جو بد قسمتی سے یورپ میں مروج ہو رہی ہے کوئی عقلمند انسان قوم کے لیے معینہ خیال نہیں کریگا۔ ہم کہتے ہیں کہ جائیز اور ناجائز کے سوال کو چھوڑ کر عورتوں کی حالت میں یکایک ایسی تبدیلی کر دیتا قوم اور ملک کے لیے سوائے بتا ہی کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ پس اگر بغرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ بے پردگی ہی ترقی کا معراج ہے تاہم اس بے پردگی کا یہ وقت نہیں ہے اور مخالفین پردہ کی ایسی تجاویز اس وقت محض جوش جذبات اور کوتاہ بینی پر مبنی ہیں بلکہ ان کی اپنی دلائل بھی انکی تجاویز کو باطل کر رہی ہیں۔ مثلاً مسٹر دلاور حسین کہتے ہیں کہ عورتوں کی تعلیم معمولی پردہ کی بجائے ایک اور مضبوط بناوٹ کا پردہ پیدا کر دی جائے اور انکے چال چلن اور سمجھ میں ایک ایسی مضبوطی پیدا کر دے گی جو ظاہری پردہ سے بڑھ کر ان کی عصمت کی محافظ رہے گی۔ اب اس دلیل کے مطابق اول تعلیم کا ہونا ضروری ہے اور جب وہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم عورتیں حاصل کر لیں جس کے متعلق تجربہ سے یہ ثابت ہو جاوے کہ اُس نے یہ نتائج پیدا کر دیئے ہیں تو پھر پردہ کو دور کرنا چاہیے۔ لیکن اگر اس مضبوط بناوٹ کے پردہ کے پیدا ہونے سے پہلے جو عورتوں کو تعلیم سے حاصل ہو گا پردہ کو دور کر دیا جاوے تو مسٹر دلاور حسین ہی فرماویں کہ اس کا نتیجہ سوائے رسوائی کے اور کیا ہو گا۔ اسی لیے مخالفین پردہ کے اپنے دلائل کے مطابق بھی یہ وقت منسوخی پردہ کا نہیں ہے۔ جب اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے عورتوں کے اندر وہ چال چلن اور سمجھ کی مضبوطی پیدا ہو جاوے جو افسوس ہے اب تک مردوں کے اندر باوجود اعلیٰ تعلیم کے پیدا نہیں ہوئی جو ان کی عصمت کی پوری پوری حفاظت کر سکے تو بیشک اس وقت یہ سوال غور طلب ہو گا کہ کیوں پردہ کو دور نہ کیا جاوے۔ کیونکہ اس قدر تو مخالفین کو بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ عورتیں پردہ کے دور کرنے سے ایک ایسے ملک میں جہاں مردوں کا کثیر حصہ ابھی تک ناخواندہ ہے کل عورتیں تعلیم یافتہ نہیں ہو سکتیں اور جو تعلیم حاصل کر سکتی ہیں وہ پردہ کے نیچے رہ کر بھی حاصل کر سکتی ہیں بشرطیکہ دوسرے حالات مانع نہ ہوں جو مردوں کو مانع ہو رہے ہیں۔ یہ صرف مخالفین پردہ کو انکے اپنے دلائل سے قائل کر نیکیے لیے چمنے نکھا ہے۔ ورنہ ہم اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ تعلیم سے ضرور سمجھ کی مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے اور بغیر تعلیم کے مضبوطی نہیں ہو سکتی جیسا مسٹر دلاور حسین کا دعوے ہے۔ اس دعوے کا حاصل تو یہ ہو گا کہ آج سے



تین چار صدیاں پہلے انگلستان کے مرد یا ایک صدی پہلی انگلستان کی عورتیں بہ سبب تعلیم کے نہونیکے بہت بد چال چلن تھے یا آج سے پچاس سال پیشتر ہندوستان کے مرد اور عورتیں زیادہ فسق و فجور میں مبتلا تھیں اور ان کی اخلاقی حالتیں بہت گری ہوئی تھیں۔ یہ بالکل لغو بات ہے۔ انگلستان میں بہت عرصہ تک تعلیم صرف کلیسیا کے پادریوں تک ہی محدود تھی مگر اس سبب سے کہ انکو خرد پر مجبور کیا جاتا تھا۔ ان لوگوں میں عوام کی نسبت بہت بڑھکر فسق و فجور پھیل اہوا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے حواری یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آج کل کے کتابی علوم پڑھے ہوئے نہ تھے لیکن کوئی عیسائی یا مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان امیوں کی نسبت اس کے چال چلن کی مضبوطی اور تقدس بڑھکر ہیں اس لیے نہ تو اکیلی تعلیم مضبوطی کی شہادت ہے اور نہ تعلیم کا نہ ہونا کمزوری کا ثبوت ہے۔ مگر مسٹر دلاور حسین کے اپنے اقرار کے بموجب ہندوستان کے مردوں اور عورتوں کے چال چلن میں ابھی تک وہ مضبوطی پیدا نہیں ہوئی جو انگلستان کے مردوں اور عورتوں میں ہے کیونکہ یہاں بمقابلہ انگلستان کی تعلیم ابھی ابتدائی حالت میں ہے اور اس لیے اس دلیل کے مطابق بھی وہ آزادی جس سے یورپ میں عورتیں غیر محرم مردوں کے ساتھ ملتی ہیں۔ ہندوستان میں مروج نہیں ہونی چاہئے یا کیا مسٹر دلاور حسین کا یہ منشاء ہے کہ جو کوئی موہوم فائدہ عورتوں کو تعلیم سے حاصل ہوگا اسے حاصل کر نیکیے لیے اگر زنا کاری پھیل بھی جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ وہ غور کر کے دیکھیں کہ ان کی دلیل ان دونوں نتائج میں سے ایک نتیجہ پر ضرور پہنچاتی ہیں۔ انگلستان نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ تدریجی ترقی سے حاصل کیا ہے۔ اور ان تمام فوائد کو جو ایک قوم نے صدیوں کی ترقی میں حاصل کیے ہیں چند دنوں یا سالوں میں حاصل کرنے کی کوشش کرتا عبث ہے۔ یہ محض جلد بازی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ملک کے تمام تمدنی اصول زیر و زبر ہو کر ابتری کی حالت پیدا ہو جاوے گی۔ پس کسی طرح پر بھی اس وقت پردہ کی منسوخی کی تجویز قابل تائید نہیں۔ نہ اسلامی تعلیم کی رو سے نہ عقل اور تجربہ کے رو سے ہاں اگر بجائے ان فضول تحریکوں کے یہ کوشش متعلق ہو کر کیا دے کہ جہاں تک شرعی پردہ سے بڑھکر ہندوستان کے مروجہ پردہ میں تشدد ہے اس کو دور کیا جاوے تو یہ ایک ایسی کوشش ہوگی جس میں سارے سچے ہی خواہاں قوم مرد اور عورتوں کے لیے تیار ہونگے۔

اس کے بعد اب ہم عام دنیا کی حالت کو دیکھ کر پردہ کی ضرورت پر مختصر کچھ بیان کریں گے۔

اُور یہ بھی دیکھیں گے کہ آیا مغربی سوسائٹی میں اس کا رواج اُن قوموں کی نقصون اور غلطیوں کے دور کرنے کا ذریعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس مضمون کے لیے بطور تمہید حضرت مرزا صاحب کی وہ نصیحت جو انہوں نے بمقام لاہور آریہ سماجیوں کو کی۔ نہایت ضروری ہے اور اگرچہ وہ سال گذشتہ میں آپ کے لاہور والے لیکچر کے اثناء میں چھپ چکی ہے لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے اس کا پھر ذکر کرنا ضروری ہے۔ آریہ سماج کو نیوگ کی غلطی پر آگاہ کرنیکے بعد آپ نے ان الفاظ میں سماج کو خطاب کیا:۔

”ساتھ ہی میں ایک اور عرض کے لیے جرأت کرتا ہوں کہ گو آریہ سماجیوں کو اس زمانہ میں مسلمانوں سے کیسی ہی نفرت ہے اور اسلام کے عقاید سے کیسی ہی بیزاری ہے مگر براۓ خدا وہ پردہ کی رسم کو نکلی الوداع نہ کہدین کہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں جو بعد میں معلوم ہوں گی۔ یہ بات ہر ایک ہنیم انسان سمجھ سکتا ہے کہ بہت سا حصہ انسانوں کا نفس امارہ کے ماتحت چل رہا ہے اور وہ اپنے نفس کے ایسے قابو میں ہیں اس کے جو شون کے وقت کچھ بھی خدا بیتعالیٰ کی سزا کا دھیان نہیں رکھتے۔ بہت سے مرد جوان اور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر بد نظری سے باز نہیں آتے اور ایسے ہی بہت سی عورتیں ہیں کہ خراب دلی سے بیگانہ مرد کوئی طرف نگاہیں کرتی ہیں۔ اور جب فریقین کو باوجود ان کی اس خراب حالت میں ہونے کے پوری آزادی دی جاوے تو یقیناً ان کا وہی انجام ہوگا جیسا کہ یورپ کے بعض حصوں سے ظاہر ہے۔ مان جب یہ لوگ درحقیقت پاک دل ہو جائیں گے۔ اور ان کی امارگی جاتی رہے گی اور شیطانی روح نکل جائے گی اور ان کی آنکھوں میں خدا کا خوف پیدا ہو جائیگا اور ان کے دلوں میں خدا کی عظمت قائم ہو جائے گی اور وہ ایک پاک تبدیلی کر لیں گے۔ اور خدا ترسی کا ایک پاک چولا پہن لیں گے تب جو چاہیں سو کریں کیونکہ اس وقت وہ خدا کے ہاتھ کے جوئے ہونگے گویا وہ مرد نہیں اور ان کی آنکھیں اس بات سے اندھی ہونگی کہ نامحرم عورت کو بد نظری سے دیکھ سکیں یا ایسا بد خیال دل میں لاسکیں۔ مگر اے پیارو خدا آپ تمہارے دلوں میں الہام کرے ابھی وہ وقت نہیں کہ تم ایسا کرو اور اگر ایسا کرو گے تو ایک زہرناک بیج قوم میں پھیلاؤ یہ زمانہ ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ بھی ہوتی تو بھی اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہئے تھی۔ کیونکہ کلچر ہے اور زمین پر بدی اور فسق و فجور اور شرانجوری کا زور ہے اور دلوں میں دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں اور خدا اپنے غلے کے احکام

کی دلون میں سے غمت اٹھ گئی ہے زبانوں پر سب کچھ ہے اور لکچر بھی منطق اور فلسفہ سے بھرے ہوئے ہیں مگر دل روحانیت سے خالی ہیں ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب کمربوں کو بھڑبون کے بنوں میں چھوڑ دیا جاوے؟ یہ ہے پردہ کی سچی ضرورت اور اس کا صحیح فلسفہ۔ کیونکہ کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ اگر ایک عورت اور ایک مرد نفسانی جذبات سے پاک نہیں تو ان کو یہ موقع دینا کہ وہ آپس میں بے تکلف ملین جلیں گویا خود ان کو بدکاری کی ترغیب دینا اور ان کے شہوات کو ابھارنا ہے۔ پس جو سوسائٹی ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہے اسکے لیے پردہ ایک نعمت ہے۔ اور جب تک لوہین ناپاک خیالات موجود ہیں تب تک انکے ساتھ اس قسم کے مواقع دیدینا جیسا کہ بے پردگی اور مردوں اور عورتوں کا کھلا میل جول یقیناً ہمتا کرتا ہے خود ان ناپاک خیالات کو عملی صورت میں لا کر بدکاری کے پھیلائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ پس جب تک پہلے کوئی ایسی سوسائٹی نہ دکھائی جاوے جسکے تمام افراد ہر ایک قسم کے نفسانی جذبات اور شہوانی خیالات سے بالکل پاک ہو چکے ہوں۔ اس وقت تک پردہ کے اٹھانے پر زور دینا بدکاری کی اشاعت کی تجویز کرنا ہے۔ درآنحالیکہ یہ بھی ہم دکھا چکے ہیں کہ پردہ عورت کو تعلیم حاصل کرنے اور کاروبار کر نیسے نہیں روکتا ہے۔ پس پردہ کا وجود تو ایک ایسا عجیب و نافع وجود ہے کہ جس میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے اور کوئی پہلو نقصان کا نہیں۔ حالانکہ سوسائٹی کی اخلاقی حالت کی بہتری کے لیے اس کا فائدہ ایسا عظیم الشان ہے کہ اگر اسکے اختیار کرنے میں کوئی چھوٹا موٹا نقصان ہوتا تو بھی اسے چھوڑنا نہیں چاہئے تھا۔ اسی اصول پر قرآن کریم پردہ کا حکم دیتا ہے اور جو لوگ اس وقت پردہ کی مخالفت کر رہے ہیں کوئی ان میں سے یہ نہیں دکھا سکتا کہ اس وقت اس ملک کے کل نہ سہی اکثر لوگوں کی ہی یہ حالت ہے کہ وہ نفسانی جذبات سے بالکل پاک ہیں اور انکے سامنے عورتیں زیب و زینت کر کے نکلیں تو انکے دلوں میں کوئی ناپاکی کا خیال بھی نہیں گزرے گا۔ یہ ایک ایسا سوال نہیں کہ محض مباحثہ کی جیت کے خیال سے یا ہمارے دُور سے جو جواب دل میں آوے دیدیا جاوے۔ کیونکہ اسکا اثر صرف مباحثہ کرنے والے فریقین پر ہی نہیں پڑتا ہے بلکہ ایک عظیم الشان قوم کو فائدہ کو مد نظر رکھ کر اسکا جواب دینا چاہئے اور فواید بھی وہ جنکے مقابل میں مالی فواید بیچ ہیں۔ ایسے مباحثہ میں سچائی اور اخلاص سے کام لینا چاہیئے ہاں ہم چاہتے ہیں کہ مخالفین پردہ میں سے ایمانداری سے کوئی ہمیں یہ بتاوے کہ کسی خاص سوسائٹی کے ساتھ اندرونی اور گہرے تعلقات کے سبب سے وہ یقینی اور قطعی علم سے یہ دعوے کر سکتا ہے کہ وہ سوسائٹی بد خیالات سے بالکل پاک ہے اور نفسانی جذبات اسکے مردہ ہو چکے ہیں اور بڑے بڑے امتحان کے موقع پر جہاں انسان کو تعزیر

کا احتمال ہو سکتا ہے اسکے افراد ٹھوکر کھانے سے بچے رہیں گے۔ انگریزی سوسائٹی کی کیرکٹر کے بہت سے ایسے پہلو ہیں جو واقعی قابل تعریف ہیں اور ہندوستانیوں سے بدرجہا بڑھک رہے ہیں لیکن ہم یہ کہنے کے لیے تیار نہیں کہ جذبات اور خواہشات نفسانی کے معاملہ میں یہ سوسائٹی اس اعلیٰ مقام پر پہنچ چکی ہے۔ کہ جہاں کوئی ناپاکی کا خیال اس کے دل میں نہ آوے اور ایسے ہر ایک معاملہ میں اور پھر مرد اور عورت کے ٹھکے میل جول کے معاملہ میں اس کی اندھا دھند تقلید کرنا عقلمند انسان کا کام نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ پہلے ہم اطمینان کر لیں کہ اس کے کسی رواج کو اختیار کر نیسے ہماری قوم کی تمدنی زندگی پر اس کا کیا اثر ہوگا۔

ہم نے یہ دعوے کیا ہے کہ انگریزی سوسائٹی بھی ان نقصوں سے خالی نہیں جو بے پردگی کا نتیجہ ہوتے ہیں اور یورپ کی تمدنی زندگی سب سے زیادہ اس امر کی محتاج ہے کہ وہاں پردہ کو رواج دیا جاوے اور اس دعوے کے دلائل ہمارے پاس موجود ہیں شاید اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ کہ شراب اور مسکرات کا استعمال یا کم از کم ان کا حد اعتدال سے بڑھ کر استعمال جیسا اور شائستگی کے خیال کو تباہ کرنے والا ہے اور نفسانی جذبات کی آگ پر تیل کا کام دیتا ہے۔ ایسے انگریزی سوسائٹی کے پرکھنے کے لیے پہلی ٹھک ہم شرابخوری کو ہی قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسی ٹھک ہے جس سے مخالفین پردہ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ پس ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا کثرت شرابخوری کی وجہ سے اس قوم کے متعلق ہمارا یہ کہنا کہ وہ نفسانی جذبات اور ان بدیوں سے خالی نہیں جو نفسانی جذبات کے بھڑکنے کا نتیجہ ہوتی ہیں صحیح ہے یا نہیں۔ شرابخوری کے معاملہ میں ان لوگوں کی رائے کو کم کٹی دفعہ بیان کر چکے ہیں جو بعض وجوہات کے سبب انگریزی سوسائٹی میں کسی عیب کے تسلیم کرنا میں سب سے پیچھے ہونے چاہتے ہیں مگر ان لوگوں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ کثرت شرابخوری میں قمار بازی میں اور زنا کاری میں عیسائی قومیں دنیا کی تمام قوموں سے اول نمبر پر ہیں لیکن اس وقت یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور ساتھ ہی بطور دلیل اس کا اثر بھی زیادہ ہوگا کہ ہم واقعات اور قہر سنوٹکو پیش کریں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف انگلستان کثرت شرابخوری میں ہی مبتلا ہے بلکہ ان اس میں ترقی ہو رہی ہے اور کوئی کوشش اس کو کم نہیں کر سکی۔ مندرجہ ذیل اندازے انسکلو پیڈیا برٹینیکا سے لیے گئے ہیں۔ انگلستان اور ویلز میں جہاں دوسرے جرائم رو بہ کمی ہیں کثرت شرابخوری کا جرم ۱۸۷۵ء سے ۱۹۰۵ء تک ۱۰۰ سالوں سے ۱۵ فیصدی بڑھ گیا ہے۔ ۱۸۷۵ء سے ۱۹۰۵ء تک بحساب اوسط ۱۰۰ موتیں سالانہ محض شرابخوری سے ہوتی تھیں اور حالانکہ یہ تعداد بھی ایک اجنبی کو چونکا دینے والی ہے کیونکہ جہاں



اس قدر موتیں محض شرابخوری سے اور بلا شرکت کسی دوسرے سبب واقع ہوں وہاں شرابخوری اندرونی طور پر معلوم نہیں کیا کیا بتا ہیان پیدا کر رہی ہوگی لیکن ۱۸۹۹ء کی تعداد کو دیکھ کر انسان اور بھی حیران ہوتا ہے کیونکہ اس سال موت کے اسباب میں سے خالی شرابخوری کی وجہ سے ۲۸۷۱ موتیں واقع ہوئیں گویا بیس سال کے عرصہ میں تکی موتیں ہوئیں یکساں شرابخوری کی اس ترقی سے مغربی تہذیب کے حامیوں کے بدن پر بھی رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے۔ یا کیا ہم یہ فرض کر لیں کہ یہ سوسائٹی ضرور نفسانی جذبات سے خالی ہوگی جہاں اس قدر شراب پی جاتی ہے کہ تین ہزار آدمی ہر سال محض شراب زیادہ پینے کی وجہ سے مر جاتے ہیں اور ہر ہزار میں سے سات پر فوجداری مقدمے اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ وہ کثرت میخوری کے سوسائٹی کے امن میں خلل ڈالتے ہیں پھر جہاں مسئلہ امن بحساب اوسط انگلستان میں ہر ایک فرد ایک سال میں ۲۸.۵۹ گیلن بیر (جو کی شراب) - ۹.۷ گیلن خالص سپرٹ یعنی روح شراب اور ۲.۵ گیلن شراب پیتا تھا۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں ان مسکرات کا خرچ اور بھی بڑھ گیا اور اس سال میں بحساب اوسط ہر ایک فرد نے ۵۷.۱۳ گیلن بیر (جو کی شراب) - ۱۱.۲ گیلن روح شراب اور ۳.۹ گیلن شراب پی۔ سپرٹ سے مراد شراب کا روح جو شراب میں صرف ۳ حصہ ہوتا ہے اور جو کی شراب میں ۱۔ اسی طرح سنہ ۱۸۹۷ء میں ہر ایک شہنہ انگلستان شرابخوری پر بحساب اوسط ۲ پونڈ ۸ شلنگ - اپنی یعنی ۴۴ روپے ۶۲ لے سالانہ خرچ کرتا تھا اگر سنہ ۱۸۹۷ء میں ہر فرد کا خرچ شراب پر تین پونڈ ۸ شلنگ ۸ پنس ہوتا تھا یعنی ۵۹ روپے سالانہ یا پانچ روپے ماہوار جو ایک غریب مزدور ہندوستان میں سارا دن نوکری اکٹھا کر کھاتا اور اس سو اپنے سارے کنبے کو پالتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اوسط کے لگانے میں چھوٹے بچے اور ہر قسم کے لوگ شامل کر لیے جاتے ہیں اور اگر ایسے افراد نکال دیے جاویں تو..... خطرناک خرچ شراب کا اس مہذب ملک میں نظر آتا ہے۔ ان اعداد کو دینے کے بعد اسکو پیڈیا برٹینیکا لکھتا ہے کہ اس شراب کے خرچ میں بڑا حصہ وہ ہے جو حد اعتدال سے گزرا ہوا ہے اور اس بات کا کبھی کسی نے انکار نہیں کیا۔ سٹر ڈیٹے ۱۸۹۹ء کے اعداد کو حساب لگا کر یوں تقسیم کرتا ہے کہ خالص شراب میں سے ۳۸ فیصدی اور جو کی شراب میں سے ۳۲ فیصدی اس سال کثرت شرابخوری پر ضائع ہوا۔ اسلیے اگر اس وقت ہم یہ خیال کر کے کہ روپیہ عام طور پر زیادہ ہو گیا ہے اور اسلیے اعتدال سے شراب پینے والے زیادہ ہونگے (حالانکہ یہ محض خوش فہمی کا نتیجہ ہے) ان نسبتوں کو اس قدر کم کر دیں کہ کثرت شرابخوری میں اس وقت خالص شراب میں سے تیس فیصدی اور جو کی شراب میں سے ۲۵ فیصدی پی جاتی ہے تو معلوم ہوگا کہ



سندھ میں تین کروڑ نو لاکھ پونڈ یعنی ساڑھے اٹھاون کروڑ روپیہ صرف اس قسم کی شرابخوری میں ضائع ہوا جس کو حد اعتدال سے گزری ہوئی کہا جاتا ہے۔ شراب کی دکانوں کی تعداد کا اندازہ کسی قدر اس سے لگ سکتا ہے کہ باوجود شرابخوری کی ترقی کے دس ہزار شراب کی دکان سندھ سے ۱۸۹۶ء تک بیس سال کے عرصہ میں نابود ہو گئی ہے۔ لیکن ان دس ہزار دکانوں کے کم ہونیکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ باقی ماندہ شراب کی دکانیں جن کی کثیر تعداد کا اندازہ اسی سے لگ سکتا ہے بہت وسیع ہو کر عظیم الشان شراب کے محل بن گئیں ہیں اب یہ ان لوگوں کی تمدنی زندگی میں جو اپنے تمدنی حالات پر فخر کر رہے ہیں ایک افسوسناک واقعہ ہے۔ اور یہ کافی نہیں ہے کہ اپنی بڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے اسکا نام تک بھی نہ لیں۔ شرابخوری کی یہ کثرت سوسائٹی کو تباہ کر رہی ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا حاققت ہو سکتی ہے کہ یہ سمجھ لیا جاوے کہ اس شراب کے تباہ شدہ سوسائٹی میں غیر محرم مردوں اور عورتوں کا کھلا میل جول اور ایک دوسرے کے ساتھ بلا تکلف چلنا پھرنا کچھ بدنتیاج پیدا نہیں کرتا۔ ایک چھوٹا سا نتیجہ اس کا تو یہ بھی ہے کہ عورتیں بھی کثرت شرابخوری میں مبتلا ہو رہی ہیں۔ مسلمان ملکوں میں جہاں پردہ کا رواج ہے یہ ایک حیرت ناک بات معلوم ہوگی لیکن انگلستان میں مرد اور عورت شرابخوری میں یکساں ہیں اور عورتیں شرابخوری میں دن بدن مردوں کی نسبت بھی زیادہ ترقی کر رہی ہیں۔ سندھ میں ان اموات میں جو شرابخوری سے واقع ہوئیں ۶۹ فیصدی مرد تھے اور ۳۱ فیصدی عورتیں تھیں لیکن ۱۸۹۹ء میں جہاں ایک طرف کل اموات کی تعداد قریباً تکی ہو گئی۔ عورتوں کی نسبت اموات مردوں کی نسبت ترقی کر گئی۔ چنانچہ اس سال میں کل اموات میں سے ساڑھے فیصدی مردہ گئے اور عورتیں بجائے ۳۱ کے چالیس فیصدی ہو گئیں۔ عورتوں کا شرابخوری میں مبتلا ہونا اور پھر تہذیب کی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ ترقی کرنا ڈرا دینے والی بات ہے مگر تراخان مغربی تہذیب میں کہ خوشی سے ان باتوں میں بھی متغیر کی نقل کر کے مسلمان سوسائٹی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اگر اموات شرابخوری میں ہر ایک جنس کی اموات کی دس لاکھ زندوں سے نسبت لیجاوے تو جہاں مردوں میں شرابخوری کی اموات بحساب ستاسی فیصدی گزشتہ بیس سال میں بڑھ گئی ہیں۔ عورتوں میں ان اموات کی ترقی ۱۸۰ فیصدی نظر آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرابخوری کی اس لعنت میں عورتیں مردوں کی نسبت بھی تیزی سے مبتلا ہو رہی ہیں۔ اور یہ آگ ایسی حیرت انگیز ترقی کر رہی ہے کہ ایک دن اس کا بھانا سخت ترین مشکلات میں سے ہو جاوے گا۔ پردہ کے مخالفین پردہ کو بدی تو قرار دیتے ہیں مگر یہ بدی ہی اچھی ہے جو ہزار بابرکات کا موجب ہو رہی ہے اور بہت ساری لعنتوں سے قوم کو آزاد رکھتی ہے اور ایک چھوٹی سی برکت اس کی یہی ہے کہ جہاں عورتیں پردہ میں ہیں وہ شراب

کی شکل تک سے بھی واقف نہیں ہیں اور پردہ میں رکھ رہے اس ابتلا میں پڑنیسے بالکل محفوظ ہیں افسوس ہے ان لوگوں پر جو عورتوں کے حامی بن کر بے پردگی کی بیہودہ تجویز کو پیش کرتے ہیں مگر بے پروا و مومنو کہ یہ نہیں بتا سکتے کہ شرابخوری کی لعنت کو عورتوں کے اندر سے دور کرنے کا کیا ذریعہ ہے۔ کیا ان کا دل کبھی نہیں دکھتا کہ یہ ۱۲۰۰ عورتیں جو ہر سال انگلستان میں صرف شرابخوری کی وجہ سے مر رہی ہیں انکے ساتھ کوئی بھی ہمدردی کرتی چاہئے اور جہاں اس قدر عورتیں محض شرابخوری سے ہلاک ہو رہی ہیں آسانی سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کتنی عورتیں ایسی ہونگی جن کی زندگی کو شراب نے اندرونی طور پر تباہ کر دیا ہے۔ ہائے افسوس کہ اس کا نام عورتوں کی آزادی رکھا جاتا ہے کیا آزادی کا یہی مفہوم ہے کہ انکو ہر قسم کی بدیوں کی قید میں پھنسیا جاوے اور تعجب یہ کہ جہاں اصلاح کا استدر شور مچ رہا ہے یہ کبھی خیال نہیں کیا جاتا کہ اس تمدنی لعنت یعنی شرابخوری اور پھر عورتوں کی شرابخوری کی اصلاح کن ذریعوں سے ہو سکتی ہے جو تہذیب کو کیڑے کی طرح لگی ہوئی ہے اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلی کر رہی ہے۔ بینک سوسائٹی کی بنیاد میں یہ وہ نظروں سے پھپھیا ہوا عیب ہے جس کا اگر علاج نہ کیا گیا تو ایک دن سوسائٹی کی تمام عمارت کو تہ و بالا کر دے گا۔ عورتوں کی شرابخوری ان کی صدر رے کی آزادی کا کھلا کھلا نتیجہ ہے اور اس بدی کے انگلستان میں اس کثرت سے پھیلے ہوئے ہونیکے ساتھ یہ دعوے کہ انگریزی سوسائٹی ان بد خیالات سے پاک ہے جو غیر محرم مردوں اور عورتوں کے کھلے میل جول سے پیدا ہوتے اور پھر ایک خطرناک عملی صورت اختیار کرتے ہیں۔ ایسا دعوے اگر دیوانہ کی بڑبڑ ہو تو اور کیا ہے کیونکہ واقعات تو صاف کہہ رہے ہیں کہ انگریزی سوسائٹی میں اور اسی طرح یورپ کی ہر ایک مہذب سوسائٹی میں وہ اسباب موجود ہیں جو مرد و عورت کی شہوتوں کو ابھارنے اور نفسانی جذبات کو جوش میں لانے کا ذریعہ اور نہایت خطرناک ذریعہ ہو سکتے ہیں پس ان بد خیالات اور نفسانی جذبات کا موجود ہونا جس پر شرابخوری ایک مضبوط گواہ ہے یہ چاہتا ہے کہ عورتوں کو غیر محرم مردوں کے ساتھ اس آزادی سے ملنے جلنے کی اجازت نہیں ہوتی چاہئے کیونکہ اگر وہ ملین گئے تو یہ جذبات اور بھی جوش میں آوین گے اور اس طرح اخلاقی حالتیں کبھی کمال تک نہیں پہنچ سکتیں۔

جو لوگ ان نقصانات کو محسوس کر رہے ہیں جو کثرت شرابخوری کی وجہ سے یورپ میں پیدا ہو رہے ہیں وہ اس مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ اس بدی کا علاج ٹیمپرس سوسائٹیوں کے قائم کرنے سے ہو سکتا ہے یعنی ایسے مجانس کے قائم کرنیسے جو حد اعتدال تک شراب پینے کو جائز رکھیں اور حد اعتدال سے گزرتیوں کو روکیں لیکن امر واقع یہ ہے کہ ایک طرف ٹیمپرس سوسائٹیاں برساتی۔۔۔

کیڑوں کی طرح پیدا ہو رہی ہیں اور دوسری طرف شراپجوری دن بدن زیادہ ہولناک صورت اختیار کرتی جاتی ہے اور بتدریج ترقی کی طرف چلی جا رہی ہے۔ کیا اس سے پٹرنس سوسائٹیوں کی ناکامی کافی طور پر ثابت نہیں ہوتی۔ کاش کہ یہ پٹرنس سوسائٹیاں اس بدی کے کم کرنے میں اور خصوصاً عورتوں میں کم کرنے میں کچھ اثر دکھاتیں۔ مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب اصل اسباب کثرت شراپجوری کی طرف توجہ نہیں کی جاتی محض مضمون لکھنے اور لیکچر دینے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اصل اسباب تلاش کر کے ان کو جڑ سے کاٹنا چاہئے خواہ جو کچھ ہم کہیں اسکو اچھا سمجھا جائے یا بُرا سمجھا جائے ہم حق بات کہنے پر مجبور ہیں اور اگر مغربی قومیں اور پھر مغربی تہذیب کے دلدادہ اس وقت اسکو نہیں سمجھنے تو زمانہ اور تجربہ خود ان کو سمجھا دیگا کہ مردوں اور عورتوں کا کھلا میل جول جو یورپ کی ہر سوسائٹی میں ہو رہا ہے کثرت شراپجوری کا بڑا محرک ہے کیونکہ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ متراب نفسانی جذبات کے ابھارنے والی ہے اور مردوں اور عورتوں کا کھلا میل جول اس امر کا منقضی ہے کہ شہوات نفسانی ان پر غالب رہیں اور اس کا ایک ذریعہ بلکہ سب سے بڑا ذریعہ شراپجوری ہے پس عورتوں کی بے پردگی اور شراپجوری ایک دوسرے کے ساتھ بطور لازم ملزوم کے وابستہ ہیں اور ایک کی ترقی دوسرے کی ترقی کو چاہتی ہے کیونکہ نتیجہ دونوں کا ایک ہے۔ یہی حکمت تھی کہ قرآن کریم نے جب شراپجوری سے روکا تو ساتھ یہ حکم بھی دیدیا کہ عورتیں پردہ کیا کریں۔ کیونکہ اگر ان دونوں طریق میں سے ایک کھلا رہیگا تو دوسرا خود بخود کھل جائیگا پس شراپجوری سے انسان کبھی ترک سکتے تھے جب تک کہ مردوں اور عورتوں کے کھلے میل جول کو بند نہ کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ شراپجوری مسلمانوں کے درمیان ہمیشہ بہت ہی نادر رہی ہے۔ عیسائی صاحبان کو کافی تجربہ اسباب کا ہو چکا ہے کہ یہ دونوں بدیاں یعنی شراپجوری اور بے پردگی ایک ساتھ ترقی کرتی ہیں اور جب تک کہ مردوں اور عورتوں کے بیچ میل جول کو نہ روکا جاوے گا شراپجوری کی برائیوں پر وعظ کرنے کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ پس جب تک بے پردگی کا علاج نہ کیا جاوے گا شراپجوری کا بھی کوئی علاج نہیں ہو سکتا اور اس وقت تک ہرگز دلوں میں پاکیزگی نہیں آسکتی جس کے بغیر انسان جذبات نفسانی کا مطیع اور غلام ہو کر رہتا ہے۔

پیرہہ کے نہ ہونے سے ایک اور بدی جو پیدا ہوتی ہے وہ زنا کاری کی کثرت ہے۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر زنا کے دوسرے موجبات ایک ہی جیسے موجود یا غیر موجود ہوں تو جس قدر زیادہ مواقع اس بدی پیدا ہونیکے دیئے جاویں گے اتنی ہی اس کی کثرت بھی ہوگی۔ اس لیے خواہ کوئی سوسائٹی کسی ہی تعلیم یافتہ ہو پردہ کا یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ زنا کاری کا موقع بہت ہی کم



ہو جائیگا اور اس طرح پرزنا کاری بھی کم ہوگی۔ یورپ کی سوسائٹی میں اور علیٰ ہذا القیاس انگریز کی سوسائٹی میں اس بدی کا بہت زور ہے جس سے پردہ کی ضرورت صاف صاف ثابت ہو رہی ہے اس جگہ شراخوری کی طرح فہرستیں تو ہاتھ نہیں لگ سکتیں لیکن جس قدر ولد الحرام بچے یورپ میں پیدا ہوتے ہیں اس سے اسکا کس قدر اندازہ لگ سکتا ہے مگر یہاں ایک اور مشکل ہے انگلستان یا یورپ کے قانون کے رو سے خواہ کوئی عورت مرد و عورت کے ناجائز تعلق سے ہی حاملہ ہو مگر اگر وہ بچے پیدا ہونے سے پہلے پہلے شادی کر لے تو بچہ ولد الحرام نہیں کہلائے گا۔ بلکہ یورپ کے بعض ملکوں اور سکاٹ لینڈ کے قانون کے رو سے تو اگر کسی وقت بھی خواہ پیدائش سے پہلے اور خواہ پیچھے مرد و عورت نکاح کر لیں تو ان کے ناجائز تعلق سے جس قدر اولاد پیدا ہوئی تھی وہ سب کی سب جائز بھی جاوے گی اور اس پر ولد الحرام کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اس طرح بہت سے بچے جو ہماری اصطلاح میں ولد الحرام کہلائیے گئے۔ یورپ میں ان کو جائز اولاد تصور کیا جائیگا لیکن ولد الحرام کے ان عجیب معنوں کے ساتھ بھی یورپ کی ہر ایک سوسائٹی میں ایک خاصی تعداد ایسے بچوں کی ہوتی ہے انگلستان میں اندازہ کیا گیا ہے کہ ۶۱ فیصدی پیدائشیں ناجائز طریق سے ہوتی ہیں یعنی ہر ہزار میں سے ۶۵ بچے ولد الحرام ہوتے ہیں دوسرے ممالک یورپ کی فہرستیں حسب ذیل ہیں:- فن لینڈ۔ بلجیم۔ سسلی۔ فرانس میں ۸، ۷ فیصدی۔ پرتگال میں ۷ سے ۸ فیصدی۔ اسٹریا ناروے۔ سکاٹ لینڈ ۹ فیصدی۔ ڈنمارک سویڈن۔ ہنور۔ آئس لینڈ۔ سیکسنی میں ۱۵ فیصدی۔ ورم برگ اور یوریا میں ۲۰ فیصدی یا پانچواں حصہ۔ یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں ایسی ناجائز پیدائشوں کی نسبت خطرناک طور پر بڑھتی ہوئی ہے لہذا میں شہر پیرس میں جو تہذیب کا بڑا مرکز ہے ۲۶، ۵ فیصدی پیدائشیں ناجائز طریق سے ہوئیں یعنی ایک چوتھائی سے زیادہ۔ وائنا میں جو آسٹریا کا دارالخلافہ ہے، ۵۱ فیصدی بچے زنا سے پیدا ہوئے یعنی نصف سے بھی زیادہ میلان میں ۳۴، ۳ فیصدی اور بریگ میں ۴۶، ۴ فیصدی پیدائشیں اسی طریق سے ہوئیں۔ یہ اعداد انسکلو پیڈیا برٹینیکا سے لیے گئے ہیں اور جو یورپ کی سوسائٹی کی خطرناک حالت ان سے معلوم ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اور جس بلند آواز سے وہ پردہ کی ضرورت کو بتلا رہی ہے خود ظاہر ہے۔ ہم خیال نہیں کرتے کہ جو لوگ انسانی ہمدردی کا دعوے کرتے ہیں وہ انہیں بند کر کے ایسے رواجوں کی تائید کریں گے جو سوسائٹی کو تباہ کر رہے ہیں اور ان باتوں کو جو سوسائٹی کیلئے مفید ہیں محض اس لیے رد کر دیں گے کہ عام لوگوں کے دل میں ان کا نقص ہے۔ یہ سچ ہے کہ اگر نقص کے

رنگ دار شیشوں میں سے دیکھا جاوے تو پردہ ایک برائی معلوم ہوتا ہے لیکن اگر تعصب کے دھندلا پن کو دور کر کے پردہ کی حقیقت پر غور کیا جاوے تو اس سے بڑھ کر سوسائٹی کے لیے اور کوئی مفید امر ثابت نہ ہو گا۔ پردہ کی عدم ضرورت ثابت کر نیکیے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ تعلیم چال چلن میں وہ قوت پیدا کر نیکیے لیے کافی ہے جس سے انسان ہر ایک برائی سے بچ سکتا ہے لیکن جس قدر نتائج تعلیم سے پیدا ہو چکے ہیں ان پر غور نہیں کیا جاتا۔ مغرب کی اعلیٰ سے اعلیٰ تہذیب نے جہاں تعلیم بھی عام ہے اب تک کو نسا کام کیا ہے یہی کہ تہذیب کے بڑے بڑے مرکزوں میں چوتھائی یا تہائی یا نصف بلکہ اس سے بھی زیادہ بچے ولد الزنا پیدا ہوتے ہیں۔ اب انہیں اعداد سے جو شرانجوری کے متعلق اور ولد الزنا بچوں کی پیدائش کے متعلق یورپ کی اپنی تیار کردہ کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں۔ ایک انسان اس خطرناک سیاہ کاری اور شرانجوری کی تصویر کھینچ میں لاسکتا ہے جو یورپ کے سب سے زیادہ مہذب شہروں یعنی دار الخلافہ میں ہونی چاہئے۔ اور اب کہے ہی غرا ہو نیکیے دعویٰ رہیں یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ہم بھی انہیں بند کر کے اس جہنم میں کود بڑھیں اور اسی کو جنت سمجھ لیں +

ایک اور اثر پردہ کی عدم موجودگی کا انگلستان میں یہ ہوا ہے کہ زنا کاری کو ایسی خطرناک بدکاری نہیں سمجھا جاتا جیسا کہ اسلامی ملکوں میں۔ وہاں اس کو فوجداری جرم یعنی سوسائٹی کے پڑنے والی نہیں سمجھا گیا۔ اول تو دو غیر شادی شدہ مرد و عورت کا ناجائز تعلق زنا کی تعریف میں ہی داخل نہیں کیا گیا۔ لیکن اگر زانی اور زانیہ میں سے ایک بیباک ہوا ہو تو اس کا خاوند یا عورت ہر جانہ کے دعوے کیلئے زانی پر دیوانی نالش کر سکتا ہے۔ مگر زنا کیلئے قانون نے سزا کوئی تجویز نہیں کی۔ سکاٹ لینڈ میں نام کو تو زنا کو جرم رکھا گیا ہے مگر عملی طور پر زنا کے مقدمات میں فوجداری کارروائی نہیں کی جاتی۔ امریکہ کی ریاست نئے متحدہ میں بہت ساری ریاستیں ایسی ہیں جہاں زنا کیلئے صرف ہر جانہ کا دعوے ہو سکتا ہے اور سزا کوئی نہیں اس طرح بہت سے ممالک میں جو یورپ کی تہذیب کے اثر کے نیچے ہیں زنا ایک معمولی بات ہو گئی ہے اور اس میں صرف زانی یا زانیہ کے عورت یا خاوند کی حق تلفی ہی سمجھی جاتی ہے جس کے لیے وہ ہر جانہ کا دعوے کر سکتا ہے ورنہ سوسائٹی کا گناہ اسے خیال نہیں کیا جاتا۔ اب ایسی خطرناک بدکاری کو جس سے سوائے قتل کے اور کوئی بڑا جرم نہیں انشا ہلکا سمجھ لینا اس کی کثرت کا نتیجہ ہے۔ اور اس جرم کا خفیہ ہونا بجائے خود نتیجہ پیدا کر گیا کہ زنا کاری کی کثرت اور بھی بڑھے گی کیونکہ جس قدر اس جرم کو ہلکا اور معمولی سمجھا جائے گا اس قدر سوسائٹی کی وہ اخلاقی طاقت کم ہو جائے گی جو اسکے بہت سے افراد کو ان کاموں سے روکتی ہے جو سائٹی کو نقصان پہنچا تو لے ہیں اور اسلئے زنا کاری کی جرات بھی اس تبدیل خیال کے ساتھ زیادہ ہو جائے گی کیا ایسی سوسائٹی میں پردہ کی کوئی ضرورت نہیں



بے پردگی یعنی مردوں اور عورتوں کے کھلے سیل جول کا ایک اثر یہ بھی ہوا ہے کہ نکاح کے متعلق بھی خیالات میں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ شادی کو پہلے ہر مرد و عورت کیلئے ضروریات میں سے سمجھا جاتا تھا مگر اب اسکو ضروری خیال نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے بھی قدم آگے بڑھا کر شادی سے مرد اور خصوصاً عورتیں نفرت کرنے لگی ہیں۔ ایک مصنف نکاح کے خیال کو ان الفاظ میں ادا کرتا ہے کہ گویا لڑکیوں کو اسیلے پالا جاتا ہے کہ وہ خاوندوں کی تلاش میں بیقرار پھریں۔ ایسی تحریروں کا اثر یہ ہو گا اور ہوا ہے کہ تعلیم یافتہ لڑکیاں اب چندان اس امر کی خواہش مند نہیں رہیں کہ وہ محضت میں داخل ہو کر گھر و مین بسین اور گھروں کی قید و میں پڑیں۔ فسوس ہے کہ نکاح جیسے اہم معاملہ کو اس قدر بے وقوری کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ ایک دن میں تو معلوم نہیں ہو سکتا لیکن آہستہ آہستہ پتہ لگ جائیگا اور اسکے خطرناک نقصانوں کی بروا کرتی پڑے گی۔ کیا تقاضائے فطرت انسانی کو بھی ہندیب روک دیگی۔ اگرچہ اس وقت گھروں کی قید سے آزاد رہتا ہوا دلکش معلوم ہوتا ہے لیکن عنقریب وہ وقت بھی آتا ہے جب اسکے بد نتیجے بھگتنے پڑینگے۔ یہ کہا جائیگا کہ یہ اختیاری تخریب ہے مگر جو کچھ اس سے پہلے کلیسیا کے عہدہ داروں کو تجدد پر مجبور کرنے کا نتیجہ ہوا تھا وہی نتیجہ یقیناً اب بھی اس تجدد کو اختیار کرنے سے پیدا ہونیوالا ہے۔ مندرجہ ذیل الفاظ جو ایک انگریزی کتاب (ومن ان انگلش لایٹ) سے لیے گئے ہیں۔ پادریوں کے تجدد کے خطرناک نتائج کو بیان کرتے ہیں۔ اس تجدد کا سب سے بُرا نتیجہ سو لھویں صدی میں ظاہر ہوا۔ سارے ملک میں بدکاری پھیل گئی۔ ایک لاکھ عورتوں کو صرف پادریوں نے تباہ کیا جنکے لیے بدکاری کا ارتکاب کرنیکے گھر رکھے جاتے تھے۔ لیکن انڈیڈ ششم کے عہد سلطنت میں ایک اجازت کا بل پاس ہوا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ ان قوانین کی وجہ سے جو تجدد پر مجبور کرتے اور نکاح سے روکتے ہیں بڑی بدکاری پھیل گئی ہے۔ انگلستان اور دوسرے ممالک یورپ کی تمدنی زندگی میں یہ دردناک واقعات ہیں جن کو الہیہ وقت بھی تکلیف معلوم ہوتی ہے لیکن انکے کھول کر بیان کرنے کی ضرورت اسیلے پیش آئی کہ یورپ کی تہذیب کے بعض نادان دوستوں نے پردہ جیسی مفید رسم پر ظالمانہ اور چھوٹے چلے کیے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہندوستان کے ان مسلمانوں نے جو پردہ کے دور کرنے پر زور دے رہے ہیں کبھی یہ بھی غور کیا ہے کہ اس بے پردگی کے خطرناک نتیجے جو کچھ یورپ میں ظاہر ہو رہے ہیں آخر ان کی تمدنی زندگی میں بھی پیدا ہو کر رہیں گے۔ اسیلے وہ چھی طرح سے سوچ سمجھ لیں کہ آیا وہ ان تمام نتائج کو بے پردگی کی برکات سمجھ کر قبول کرینگے۔ یہ بتا رہیں ہم نہیں کہ جسے مسلمانوں کا موجودہ طریق زندگی... اصلاح کا محتاج نہیں یا ہر ایک نقص سے خالی ہے نہ ہم یہی دعوے کرتے ہیں کہ پردہ ان لوگوں کے لیے بھی روکتے سکتا ہے جن کی طبیعت میں ہی بدی کی طرف جھکا

مادہ پایا جاتا ہے۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود اپنی تنزل کجالت اور باوجود سب نقصان کے مسلمانانِ بدیون سے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے پورپ کی سوسائٹی کی نسبت بہت ہی بری ہیں اور اس میں بھی نہیں کہ اب تک مغربی تہذیب کو ان بدیون کے دور کرزیکا کوئی علاج نہیں ملا جو بے پردگی سے اس میں پیدا ہو گئی ہیں۔ پردہ کے پورے پورے فوائد صرف اسی حالت میں ظاہر ہو سکتے ہیں جب پورے طور پر پردہ کی ہدایات پر عمل کیا جائے اور غرض بصر کے طریق کو جو ان بدیون کو جڑ سے کاٹنے والا ہے مردوں اور عورتوں کے درمیان پورے طور پر ملحوظ رکھا جاوے۔

ہر ایک مذہب کی اصلی غرض یہی رہی ہے کہ اپنے پیروؤں کے دل و نین پاکیزگی اور طہارت پیدا کرے یہی وجہ ہے کہ ہر ایک مذہب نے زنا کو ایک خطرناک جرم قرار دیا ہے اور اس سے بچنے کی تدبیریں بتائی ہیں۔ مگر وہ تدابیر جو قرآن کریم نے پیش کی ہیں سب سے اعلیٰ اور سب سے آسانی کے ساتھ عمل میں آسکتی ہیں اور وہ اس خطرناک بدی کو جڑ سے اکھاڑ نیوالی ہیں مثلاً انجیل صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتی ہے کہ عورتوں کی طرف شہوت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے لیکن اس حکم میں انسانی فطرت کا گہرا مطالعہ نہیں پایا جاتا۔ اور نہ ہی بدی کو اس کے منع پر روکنے کی کوشش کی گئی ہے جہاں اس کا روکنا آسان تر ہے یہ کام قرآن شریف نے کیا ہے اور اسلئے جہاں ایک طرف وہ عورتوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی زینت کو اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر نہ کریں کیونکہ عورت کا بناؤ سنگار ہی مرد کے لیے بڑی کشش کا باعث ہے ساتھ ہی یہ دوسرا حکم بھی دیتا ہے کہ جب مرد اور عورت ایک دوسرے کے سامنے آویں تو ان کو چاہئے کہ وہ اپنی ٹھیکر نیچی کر لیں اور ایک دوسرے کی طرف اراداً نظر اٹھا کر نہ دیکھیں۔ اسلئے قرآن کریم صرف شہوت خشی نظر کے ساتھ دیکھنے سے ہی منع نہیں کرتا بلکہ بلا ضرورت بیگانہ عورتوں کی طرف دیکھنے سے قطعاً روکتا ہے اس کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان کمزور ہے اور بدی کے مواقع پر پوری ہمت کے پیر رہنا کسی کسی جو اُمرد کا کام ہے اسلئے اگر اجنبی مردوں اور عورتوں کو کھلے طور پر ایک دوسرے کے ساتھ ملنے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی اجازت دی جائے تو بد خیال کو دل سے دور رکھنا آسان امر نہیں ہے ایک آدمی کو پہلے یہ کہنا کہ وہ خوبصورت عورتوں کی طرف دیکھ لیا کرے اور پھر کہنا کہ بد خیال کو دل میں آنے نہ دے خود اسے مشکلات میں ڈالتا ہے مثلاً جہاں سوسائٹی اس امر کو برا نہیں سمجھتی کہ آدمی مشہور خوبصورت عورتوں کے گرد جمع ہوں جن کی غرض سوائے اسکے کچھ نہ ہو کہ ان کو دیکھ کر اور اُن سے باتیں کر کے حطاً اٹھائیں اور پھر اس سے بڑھ کر شراب کے پست بھی ہوں تو کون عقل مند انسان کہیگا کہ وہ پاک نظروں سے عورتوں کو دیکھ رہے ہیں جیسا کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ایک شراب نوش کو وقت صراحتاً اُمتدال سے گزر کر

کثرت شراب نوشی نامرتب ہو جاتا ہے ایسا ہی یہ فیصلہ کرنا بھی آسان نہیں کہ ایک نظر جس کی غرض سے ایک عورت کو دیکھنے کے اور کچھ نہیں کس وقت شہوت کی نظر ہو جاتی ہے۔ پس جیسا کہ کثرت میخوری سے بچنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ شراب کے استعمال کو قطعاً روکا جائے ایسا ہی شہوت کی نظر کو روکنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ عورتوں کی طرف بلا ضرورت دیکھنے سے قطعاً روکا جائے۔ پس قرآن کریم فطرت انسانی کے اندرون کو دیکھ کر وہ علاج تجویز کرتا ہے جو اس بدی کو عین اس جگہ روکتا ہے جہاں سے یہ بھوٹ کر نکلتی ہے اور اس سوراخ کو بند کرتا ہے جہاں سے ابتدا اس بدی کی ہوتی ہے۔ پس یہ حکم دینا کہ تم شہوت کی نظر سے اجنبی عورتوں کی طرف مت دیکھو محض ایک حکم ہے جسکے ساتھ کوئی علاج نہیں اور کوئی تدبیر نہیں بتائی گئی کہ کیونکر انسان نظر بد سے بچ سکتا ہے۔ مان زنا سے بچنے اور نظر بد سے بچنے کیلئے تدبیر وہ ہے جو قرآن شریف نے بتائی ہے کہ وہ اجنبی عورتوں کی طرف ہرگز نہ دیکھے پس پردہ رسم ہو جو زنا کاری جیسی خطرناک بدی کو جڑ سے اکھاڑتی ہے اور کوئی علاج نہیں جس سے یہی مقصد حاصل ہو سکے۔

## ”اسلم بفارم“ کے نماز پر حملوں کا جواب

اللہ تعالیٰ سورہ میریم میں اپنے برگزیدہ اور صادق اور غلص بندوں حضرت ذکر یا یحییٰ عیسیٰ ابراہیم اسمٰعیل یعقوب اسماعیل موسیٰ اور ادریس علیہم السلام کو ذکر کے فرماتا ہے۔ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَٰئِيلَ وَمِنْ مَعْدِيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۚ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ (میریم ۵۸-۵۹) یہ برگزیدہ انبیاء وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنے انعام نازل فرمائے۔ آدم کی نسل سے اور ان میں سے جنکو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا۔ اور ابراہیم اور اسرائیل کی نسل سے اور ان میں سے جنکو ہم نے راہ راست پر قائم رکھا اور منتخب فرمایا جب خدا کے رحمن کی آیتیں ان پر پڑھی جاتیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے اور روتے۔ پھر انکے بعد ایسے ناکام لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا۔ اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے ہو گئے۔ قرآن کریم میں جس قدر قصص اولین مذکور ہوئے ہیں وہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور



اچکے متبعین یا مخالفین کے حق میں بطور پیش گوئیوں کے وارد ہوئے ہیں جہاں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح ہم نے اُن مجرمین کو عذاب سے ہلاک کیا جنہوں نے پہلے انبیاء کی تکذیب اور مخالفت کی وہاں دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین اور مکذبین کو آئینوالے عذاب سے ڈرایا ہے اور جہاں پہلے انبیاء اور رسل کی اپنے مخالفین پر انجام کار فتح و غلبہ پانچا اور ان کی کامیابی کا ذکر کیا ہے۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کی فتح اور غلبہ اور کامیابی کا ذکر مقصود ہے۔ اسی طرز کے مطابق آیات مذکورہ صدر میں اللہ تعالیٰ جہاں ایک طرف انبیائے سابقین کے سچے اخلاص اور محبت اور اطاعت الہی میں گداز ہوئی تھیں ذکر کر کے بعد اُن کے پیچھے آئینوالی امتوں کو نمازون کے ضیاع کرنیوالے اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرنیوالے قرار دیتا ہے۔ دوسری طرف یہ مقصود بھی اس کلام الہی کا ہے کہ وہ سب نعمتیں اور فضل جو ہم نے اولین پر نازل فرمائے اس وقت ان سب کے مورد محرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہے اور ایسا ہی آپ کے صحابہ بھی۔ لیکن ساتھ ہی پیشگوئی کے رنگ میں یہ بیان فرما دیا ہے کہ اس نبی کے بعد آئینوالی مسلمانین بھی وہ لوگ پیدا ہونگے جو نمازون کو ضیاع کریں گے اور نفسانی خواہشات کے پیچھے بڑھاوینگے رسولمانوں کو متنبہ کیا ہے اور ڈرایا ہے کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو اپنی بھی وہی تباہی آویگی جو پہلے لوگوں پر آئی جو اپنے آپ کو متبعین انبیاء سمجھتے تھے مگر وہ اسوجہ سے مستحق انعامات الہی نہ تھے کہ انہوں نے نماز جیسی ضروری چیز کو جسکے بغیر انسان خدا کو پا ہی نہیں سکتا چھوڑ دیا ان آیات میں دو گروہوں کا بیان کیا گیا ہے اور ہر ایک گروہ کے امتیازی نشان بیان فرما دیئے ہیں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں جو خدا کے آگے ایسی خشیت اور خوف سے گرے رہتے ہیں کہ انکو سجدے سے سر اٹھانا مشکل ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ ماخلقون کا گروہ ہے جن کا سب سے بڑا نشان یہی ہے کہ وہ نمازون کو ضیاع کرتے اور دنیوی خواہشات کو اپنی مقدم رکھتے۔ انہیں کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ اس آیت میں لفظ خلف بسکون لام واقع ہوا ہے جسکے معنی بدکار نسل کے ہیں اور خلف فتح لام اچھی نسل کو کہتے ہیں۔

مسلم ربقارم مسلمانوں کی اس پارٹی کا ایک اخبار ہے جو اتباع یورپ میں اپنے مذہب کو بھی خیرباد کہتا چاہتے ہیں۔ اس کی تازہ اشاعت میں نماز کو ایک ایسی بے حقیقت چیز قرار دیا گیا ہے کہ اس اخبار کے نزدیک جب کوئی آدمی اپنے کسی دنیوی کام میں مصروف ہو تو اسکے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کام کو چھوڑ کر نماز کی طرف متوجہ ہو چنانچہ وہ لکھتا ہے "پس اگر مسلمان بیرونی دنیا سے جس کا شغل کاروبار دنیوی بہت بڑھا ہوا ہے اپنے تعلقات کا لحاظ رکھ کر نمازون کی پوری تعداد کو کاٹ کر صرف دو نمازین رکھ لیں مثلاً صبح اور شام تو وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھے جاوینگے کیونکہ اسلام ایک

زمانہ یا ایک ملک کے لیے نہیں بلکہ تمام نسل انسانی کیلئے ہے اور دنیا کے اخیر تک قائم رہیگا۔ اسوقت جب کہا جاتا ہے کہ پہلے نمازوں کے وقت مقرر ہوئے ہم تیرہ سو سال پیچھے دینا میں آئے ہیں۔ زمانہ اسوقت سے بالکل بدل گیا ہے۔ دنیا کے اشغال بہت بڑھ گئے ہیں اور پہلے کی نسبت کم از کم تیرہ گنا ہو گئے ہیں تو پھر کیا ہم ترقی کرنیوالی دنیا کی ضروریات سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنے آپ کو آج سے تیرہ صدیاں پہلے کے خیالات میں مردوں کی طرح گاڑ دیں؟ مسلم ریفاہم کا یہ خیال ہے کہ جب پہلے پانچ نمازیں مقرر کی گئیں تھیں اسوقت کی نسبت ہم تیرہ صدیاں آگے گزرا گئے ہیں اور اسوقت دنیا کے کاروبار تھوڑے تھے اب زیادہ ہو گئے ہیں لیکن تاریخ مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ایک قدم بھی آگے نہیں اٹھایا کیونکہ جو کچھ آپ کو اب سوجھا ہے یہ عین اسوقت بھی عرب کے (آپ کے الفاظ میں) بعض "جاہل" لوگوں کو سوجھا تھا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر یہ درخواست کی کہ ہمارے اشغال بہت ہیں اسلئے ہمارے لیے نمازیں کم کر دی جاویں۔ ہم نے اوپر کہا ہے کہ مسلم ریفاہم یا اپنے خیال میں اس مہذب ترقی نے ان تیرہ صدیاں پہلے کے جاہل بدوؤں سے ایک قدم بھی آگے نہیں اٹھایا جہاں تک کثرت اشغال کی وجہ پر ترک صلوٰۃ کا سوال ہے ان شاید اب وہ ایک قدم آگے اٹھاؤینگے جو ان عربوں نے نہ اٹھایا تھا اور اس قدم کے اٹھانے سے وہ اس گڑھے میں اپنے آپ کو پاؤینگے جسکے کنارے پر وہ اسوقت کھڑے ہیں۔ ان کا اختیار ہے اسکا نام ترقی رکھ لیویں۔

مسلم ریفاہم نے اصل مقصد کو الفاظ کے نیچے چھپانے کی بھی کوشش کی ہے مگر اسکا مطلب خود بخود لفظوں سے ظاہر ہو رہا ہے وہ اسبات کو تو مانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک پانچ اوقات نماز کے مقرر کیئے مگر اس صدی کے مسلمان جس سے شاید اسکی مراد ان مسلمانوں سے ہے جو یورپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس امر کے پابند نہیں کہ وہ بھی پانچ وقت کی نماز کو برابر ادا کریں بلکہ اگر عین نماز کے وقت کوئی اور شغل پیش آجائے تو اس شغل کو چھوڑ کر نماز کی طرف آنا خلاف تہذیب ہے کیا دوسرے صحیح یہ خیال کرتا ہے کہ جب پہلے نماز کے اوقات مقرر کیئے گئے تھے تو مسلمانوں کے سامنے کوئی دنیوی اشغال نہ تھے یا یہ کہ نماز کے اوقات وہ مقرر کیئے گئے تھے جو فرصت کے اوقات تھے اور اسوقت کوئی دنیوی شغل ممکن طور پر راہ میں پڑ ہی نہ سکتا تھا۔ کوئی سمجھ دار آدمی اسبات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ دنیا اپنے کاروبار میں اسوقت بھی اسی طرح مصروف تھی جیسے اب ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ مزد جو چار پیسے کمائیکے لیے صبح سے لیکر شام تک ڈلیا سر پر اٹھاتا ہے یا وہ زمیندار جو شدت گرمی اور سخت کرکڑا تے جاڑے میں ایک ہی دیر پر اپنے کام میں مصروف ہے اور عین دوپہر کی وقت اور ادھی



رات کو بھی آرام نہیں کرتا اسے اُس مہذب جنٹلمین سے زیادہ فرصت ہے جو ہر روز ڈاڑھی مونڈوانے اور کپڑوتکی دہشگی اور فضول بات چیت میں کئی گھنٹے ضائع کر سکتا ہے۔ پس مہذب نے یہ نئے مشغل تو بیشک نکال دیئے ہیں جن کو آج نماز پڑھنے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ مگر مفید اور قیمتی کاموں میں دنیا کی مصروفیت ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ نماز و نکاحا حکم ایسے وقت میں دیا گیا تھا جب اسی طرح سے دنیوی اشتغال موجود تھے البتہ آج کل کے فضول اشتغال اور عشرت کے سامان نہ تھے اور مسلم ریفاہم کے اس بیان کی تاریخ تردید کرتی ہے کہ دنیا کے اشتغال تیرہ گنا بڑھ گئے ہیں پس کام کی زیادتی کا عذر جھوٹا ہے اور اصل غرض سوائے اسکے کچھ نہیں کہ مطلق نماز پڑھنے سے ہی آزادی ہو جائے اسکے لیے اول یہ تجویز کی گئی ہے کہ نماز کے دو اوقات یعنی صبح اور شام مقرر کیئے جاویں لیکن دونوں میں ہی ہم یہ سن لیں گے کہ کوئی مہذب جنٹلمین ایسی بیوقوفی کا مرتکب نہیں ہو سکتا کہ سورج کے چڑھنے سے پہلے ہی بستر سے اٹھ کھڑا ہو بلکہ اندھیرے اندھیرے کپڑے پہن کر نماز کیلئے تیار ہو جائے کیونکہ یورپ کی تقلید یہ چاہتی ہے کہ نو بجے سے پیشتر خواب راحت سے نہ اٹھا جائے۔ اس طرح صبح کی نماز کا فیصلہ باقی رہی شام کی نماز سوا سوا عذر اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ وہ جنٹلمین کے سیر یا دوستوں سے ملنے کا یا ناچ کی مجلس میں شریک ہونے یا تھیٹر میں تماشا دیکھنے کا ایک ہی موزون وقت ہے پس ان اشتغال کو چھوڑ کر وہ نماز کی طرف کہاں متوجہ ہو سکتے ہیں۔ دراصل عدم ضرورت نماز کیلئے جو طرز استدلال مسلم ریفاہم نے اختیار کی ہے اس پر چکر تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں ایک منٹ بھی ایسی فراغت کا نہیں جو خدائے ذوالجلال کے آگے سر جھکانیکی مہلت دیکھے۔ ایک سچے دہریہ اور مہذب جنٹلمین میں اگر فرق ہے تو یہ ہے کہ دہریہ تو اپنے دل کے خیالات کا صاف صاف اظہار کر دیتا ہے اور یہ لوگ اس قدر اخلاقی جرات نہیں رکھتے کہ جو خیال دین آئے اس کا صحیح صحیح اظہار بھی کر دیں اور باوجود اصل اسلامی عقاید سے کوسوں دور پڑے ہوئے ہونیکے بھی چاہتے ہیں کہ وہ مسلمان سمجھے جاویں۔

شاید اس تحریر پر یہ اعتراض کیا جاوے گا کہ جو لوگ خود دایرہ اسلام میں رہنا چاہتے ہیں ہم انکے متعلق ایسے الفاظ کیوں استعمال کرتے ہیں جن سے وہ اس دایرہ سے خارج سمجھے جاویں اور اس طرح ہر دایرہ اسلام کے تنگ کرنیکے جرم کا مرتکب قرار دیا جاوے گا۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ ایسے مقام پر جہاں غفلت سے ایک انسان مذہبی فرائض کی ادائیگی سے قاصر ہے ہم خاموشی اختیار کر کے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ مگر جب اصول اسلام پر حمایت کے لباس میں حملے کیئے

جاوین اور ان کو پبلک مین شیل کیا جاوے تو ان کی قلعی کھول کر دکھانا ہر مسلمان کا فرض ہے مسلم ریفاہ اسلام کے مقدس اصول کو جڑھ سے اکھاڑنا چاہتا ہے اور ایسے اس کی غلطی کو پبلک پر ظاہر کرنا ہوتا ضروری ہے تاکہ لوگ اس دھوکہ میں پھنسکر اس کی ابلہ فریب باتوں میں نہ آجاوین کہ وہ واقعی حامی اسلام ہے۔ ہم ابھی تک اس بات کو نہیں سمجھ سکے اور ہر ایک عقلمند انسان ہمارے ساتھ اتفاق کر گیا کہ وہ کوئی ایسی شدید ضرورت درپیش ہے جو بغیر نمازون کی تعداد کم کرنے کے رفع نہیں ہو سکتی لیکن باتوں کا توصاف مفہوم یہی ہے کہ مسلمانوں کی اصلاح کیلئے ترک صلوٰۃ ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر مسلم ریفاہ کا منشاء یہ ہے کہ جس قدر مسلمان نمازون کی طرف کم متوجہ ہونگے اس قدر وہ زیادہ مہذب ہوتے جائیں گے اور اس اخبار کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی منصف ہمیں نا انصافی کا مرتکب قرار نہیں دے سکتا۔ پس اگر تہذیب کی طرف پہلا قدم اٹھانیکے لیے یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ نمازون کی تعداد کم کی جاوے تو ہر ایک شخص آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ دوسرا قدم کامل تہذیب کے حاصل کرنے کے لیے جس سے مراد یورپ کی پوری پوری تقلید ہے یہ ہوگا کہ نماز کو سرے سے ہی خیر باد کہا جاوے افسوس ہے کہ جہاں اس قدر شور و غلہ ہے یا جسمانی تہذیب کے لیے کیا جاتا ہے دل کی تہذیب کے لیے جس سے مراد خیالات کی پاکیزگی ہے جو حقیقی تہذیب ہے کوئی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ اس کی تو پروا بھی نہیں کی جاتی جبکہ صلوٰۃ خمسہ کے پابند ہوئیے اپنے آپ کو تیرہ صدی پیش کے خیالات کی قبر میں دفن کرنا اور ترقی کرنے والے دنیا کی ضروریات سے انجھین بند کرنا کہا جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر نماز کی اور کیا بے ادبی ہو سکتی ہو۔ مسلم ریفاہم کے نزدیک مسلمانوں کا ترقی کرنا ناممکن ہے جب تک کہ وہ نماز و نیکو چھوڑ دیں۔ یہ بہتر ہے کہ ایسے شخص کو کھلے الفاظ میں یہ کہہ دیا جاوے کہ اسلام کے رکن عظم کے متعلق ایسے الفاظ بول کر آپ مسلمان نہیں کہلا سکتے تاکہ دوسرے لوگ اسکے دھوکہ سے بچے رہیں۔ بیشک اسلام کا دائرہ وسیع ہے لیکن اس وسعت کے یہ معنی نہیں کہ جو شخص مخالف اسلام جو اعتقاد چاہے رکھے اور جس طرح اسلام کے قائم کردہ اصولوں کی بے ادبی چاہے کرے وہ مسلمان ہی سمجھا جاوے گا۔ وہ تہذیب کے مدعی جو آج یہ کہتے ہیں کہ نماز و نیکو حیثانہ اور جاہلانہ رسوم سمجھ کر بھی ہم مسلمان رہ سکتے یا کہلا سکتے ہیں آج نہیں توکل یہ کہنے کی بھی جرأت کر سکتے کہ خدا کو ماننا تہذیب کے خلاف ہے مگر تاہم ہم اچھے خاصے مسلمان ہیں اور یہ کوئی بعید بات نہیں بلکہ ان کے موجودہ عقاید کا لازمی نتیجہ یہ ہے جو اب بھی ان کے دلوں میں چھپا ہوا موجود ہے کہ خدا کوئی نہیں۔ اور یہ کسی سوچ یا سمجھ کا نتیجہ نہیں بلکہ اندھا دھند اور بلا دیکھے ایک مادہ پرست اور دہریہ قوم کے پیچھے چلنے کا نتیجہ ہے۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ یہ عذر محض جھوٹے کہ آج کل مسلمانوں کو پہلے زمانے کی نسبت زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ کوئی ایسا انسان نہیں جو چوبیس گھنٹے ہی کام میں لگا رہتا ہو یا زیادہ سے زیادہ سونے کے چھ گھنٹے فضول گفتگوؤں اور دوستوں کی ملاقات اور لباس کی آراستگی میں صرف ہو جاتے ہیں اگر وقت نہیں ملتا تو نماز کیلئے ہی نہیں ملتا۔ بات یہ ہے کہ انکے دل خدا کی محبت اور خدا کے خوف سے بالکل خالی ہیں ورنہ ایسی بات کب منہ سے نکل سکتی ہے کہ خدا آگے جھکنے کے لیے ہمیں وقت کوئی نہیں ملتا۔ اور اگر بالفرض یہی سچ ہو کہ نماز کے وقت پر کوئی شغل دنیوی ہی درپیش ہو تو کیا نماز پڑھنے کیلئے ایسا عذر کرنا نہیں بتانا کہ نماز کی ایسے شخص کے دل میں کیا وقعت ہے اسکا مطلب تو یہ ہوگا کہ نماز سود فہ جاتی ہے مگر پیسہ ہاتھ سے نہ جائے یعنی پیسہ کی قدر ایمان سے بہت زیادہ ہے پس جو ان مذہب کا کوئی اصول پیسہ کمائی کی راہ میں نخل معلوم ہوگا اسکو ترک کیا جاوے گا۔ گویا ایمان ایک ایسی حقیر چیز ہے اور خدا کے آگے سر جھکانا ایک ایسی بابت ہے کہ ایک پیسہ کو بھی ان پر ترجیح ہے۔ پھر ایمان کہاں اور خدا اور خدا پرستی کہاں۔ ہم نہیں جانتے کہ دہریے کے سر میں کون سے سینکڑے تھے ہیں جو ان باتوں میں موجود ہیں۔ آہ عجیب حالت ہے ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جو اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ مذہبی فرائض کی ادائیگی کو پیسہ کمائیکے لیے بالکل ترک کر دینا چاہئے اور دوسری طرف خدا کا وہ برگزیدہ رسول ہے جو اس شخص کو اپنے ساتھیوں میں نہیں سمجھتا جو ان کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا۔

ان تمام امور سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نئی پارٹی جو نماز و نیکے ترک کرنے اور دنیا کے کاروبار میں مہمک ہو جانے پر زور دے رہی ہے آیت مذکورہ صدر کے لفظ خلف کی مصداق ہے جس کی تعریف میں قرآن کریم نے اَصْلًا عُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فرمایا ہے۔ جو لوگ اس اصول کو رواج دینا چاہتے ہیں کہ جہاں نماز کسی شغل دنیوی میں نخل ہو اسکو ترک کر دیا جائے خود دیکھ سکتے ہیں کہ وہ نماز و نیکو ضائع کرنے کی تجویز میں لگے ہوئے ہیں اور اپنی خواہشات کو مقدم رکھ کر انہیں کی پیروی کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ ہم انکے دعوے اسلام کو یونہی رد نہیں کرنا چاہتے بلکہ ہر پہلو سے اس پر مکمل بحث کرنا ارادہ کرتے ہیں اس لیے اب ہم یہ دیکھینگے کہ انکے خیالات کہاں تک ان انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے موافق یا مخالف ہیں جن کا ذکر قرآن شریف کی اسی آیت میں موجود ہے جو صلوٰۃ کو ضائع کرنا خلاف ذکر سے پہلے وارو ہوئی ہے۔ ہر ایک آسمانی کتاب اور ہر ایک خدا کے مرسل کا اصل دعا اور مقصد اعلیٰ ہی رہا ہے اور قرآن کریم اس پر شاہد ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پوری معرفت حاصل کرے اور بصیرت کے انس غیب الغیب ہستی پر ایمان لاوے اور اس سے ایسا اھل پیدا کرے جسکے سامنے دنیا کے تمام تعلقات

حاکم کر کے باقی لکھنے کے لئے مکمل کام میں صرف کرنا ہو گھنٹے لکھنے



ایک ہون اور اس عالم کو چند روزہ سمجھ کر آخرت کو اپنا اصلی اور دائمی گھر سمجھئے۔ نماز روزہ اور ہر ایک عبادت کا یہی منشاء ہے کہ وہ انسان کو اس اصلی مقصد تک پہنچا دے اور اس غرض کے حاصل کرنے میں اسکی مدد کرے۔ نماز و روحانی بیماریوں کا علاج ہے اور اس نسخہ کو ایک مقدس طبیب نے تجویز کیا ہے کہ اسکے ذریعہ سے بیمار انسان صحت یاب ہو سکتے ہیں۔ اب یہ جو بار بار زور دیا جاتا ہے کہ تیرہ سو سال میں چھتے اس قدر ترقی کی ہے یہ بالکل بمعنی بات ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ نمازوں کی ضرورت اب بھی ایسی ہے یا نہیں؟ اور اسکے لیے مادی ترقی کو دلیل پیش کرنا اگر عہد اصل بات کے اعراض کرنا نہیں تو نادانی ضرور ہے۔ اگر شارع علیہ السلام نے نمازوں کو مادی ترقی کا ذریعہ تجویز کیا تھا تو بیشک مسلم ریفارم کا حق ہے کہ یہ سوال کرے کہ موجودہ مادی ترقی کے بعد بھی نماز کی ضرورت مسلمانوں کو باقی ہے کہ نہیں؟ لیکن اگر جیسا کہ صاف ظاہر ہے نماز و روحانی ترقی کیلئے ایک ذریعہ تھی اور ہے تو نماز کی ضرورت اور عدم ضرورت کے سوال میں کوئی روحانی ترقی پیش کرنی چاہئے اگر واقعی آج کل کے مسلمان خدا کی معرفت میں ایسے کامل ہو گئے ہیں جیسے آنحضرت صلعم کا منشاء تھا کہ وہ ہو جاوےں اگر انکے تعلقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے مضبوط ہو گئے ہیں جن کو کوئی امتحان اور کوئی بلا جد نہیں کر سکتی اگر انہوں نے عالم آخرت کو اپنے لیے جاوداتی مقام سمجھ کر اس دنیا کے ہیچ اور ناجز ہونی کو یقین کر لیا ہے اگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس پاک ذات کی محبت انکے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھر چکی ہے۔ غرضیکہ وہ اس اعلیٰ مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اسی دنیا میں بہشتی زندگی انکی شروع ہو گئی ہو تو پھر یہ سوال اٹھانا بھی کوئی معنی رکھتا ہے۔ اگرچہ جو انسان ایسی حالت پر پہنچ جائیگا وہ خود بخود دیکھ لیگا کہ صرف نماز ہی خدا کی پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے اور تارک الصلوٰۃ ہونا گویا اللہ تعالیٰ سے جدائی اختیار کرنا اور دوزخ کے گڑھے میں گرنا ہے لیکن اگر روحانی طور پر وہ اپنی حالت کو گرا ہوا پاتے ہیں اگر خدا تعالیٰ کے ساتھ انکے تعلقات اعلیٰ درجہ کی محبت کے نہیں اگر وہ تمام دنیاوی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کیلئے چھوڑ نیکی واسطے تیار نہیں اگر دنیاوی منافع ان کی دینی راہ میں روک ہو ہے ہیں تو پھر نماز کو چھوڑنا یقیناً ہلاکت کا پہنچا کرگا کیونکہ انہی باتوں کا علاج نماز کو قرار دیا گیا ہے اس سے بڑھ کر انسان اپنے آپ کو کیا دھوکہ دے سکتا ہے کہ جس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ سے جدا ہو کر نفسانی زندگی بسر کر رہا ہو تو یہ سمجھ بیٹھے کہ اب سے کسی علاج کی ضرورت نہیں اور کوئی تریاق اسے درکار نہیں جو دنیا کی مجستے کے زہر کے اثر کو دور کرے مسلم ریفارم کے دیکھنے سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو وہ اس قدر حقیقت دنیا پر جھکے ہوئے اور اشغال دنیوی میں منہمک بکھت چاہئے کہ لمحہ کیلئے بھی انکے خیالات میں یہ نہ آوے کہ خدا بھی ہے یا کہ وہ پرستش کے لائق ہے اسکی رائے میں دنیا اس قدر کاروبار میں مصروف ہے اور اسکے اشغال اس قدر کثرت کے ہیں کہ وہ خدا کے ہر حکم کو جو دنیا کا خیال بھی ل



میں نہیں لانا چاہتی اور اس کی خواہش صرف اسبق قدر ہے کہ مسلمان یورپ کے اُن مادہ پرست اور ہر لونے نقش قدم پر چلین جنہوں نے کفارہ کے غلط عقیدہ سے سیرا ہو کر دنیوی آرام اور دنیوی راحت کو ہی اپنی خوشحالی کا مادہ تصور اعلیٰ سمجھ رکھا ہے اور سوائے خدا تعالیٰ کی ہستی کے انکار کے اور کوئی پناہ ہی انکو نہیں ملی۔

اس سے یہ ظاہر ہے کہ اگر کسی دنیاوی راحت کو اس زندگی کی غایت سمجھ لیا جائے اور عالم عاقبت کی نسبت کبھی خیال بھی ہمارے دل میں نہیں آنا چاہئے تو پھر یہ نئے مسلمان تمازوں کی تعداد کو کم کرنے میں بیشک حق پر ہونگے۔ اور اس سے اگلا قدم یعنی تمازوں کو سرے سے منسوخ ہی کر دینا اور بھی بقیہ ثابت ہو گا اور دنیوی جلدی یہ کام کیا جائے اتنا ہی قایمہ زیادہ ہو گا۔ لیکن اگر خدا ہے اور اس دنیا کے بعد کوئی اور عالم بھی ہے جسکے لیے ہماری اس دنیا کی زندگی صرف ایک متم کی تیاری ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ایسا ہی ہر ایک نبی نے تعلیم دی ہے تو پھر ہر ایک تجویز جو اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے روک ہو سکتی ہو وہ خدا تعالیٰ سے عین دور رکھنی ہے وہ بے برکت تجویز اور شیطانی دسوسہ ہے جیسا کہ یہ تمازوں کے کم کرنے کا یا بالکل ترک کر دینے کا خیال کیونکہ ہم ماز میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں کیا کوئی سمجھ آدمی ترک نماز کیلئے اس عذر کو جائز قرار دے سکتا ہے کہ ہم دنیوی کاروبار میں اس قدر مصروف ہیں کہ ایسے غیر ضروری امر کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے کیا ماز میں ایسے متفرک کیگئی تھیں کہ مسلمانوں کی سیکار کا وقت اسی جیلہ سے بھل جائے اگر یہ سچ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دیکھ کر نماز کا حکم دیا تھا کہ صحابہ پر کیا بیٹھے رہتے تھے تو پھر کسی اور مفید کام میں وقت صرف کرنا بیشک بہتری کا باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم مسلم ریفارم اور اسکے حامیوں نے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آیا نماز کے متعلق انکا یہی عقیدہ ہے ساتھ ہی ہم یہ بھی دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ دنیوی اشغال یعنی مالی فوائد کو نہ ہی فرائض پر ترجیح دینا۔ اس دنیا کی وہ محبت تو نہیں جس کے خدا تعالیٰ سے منع کرنا اور جسکے بد نتائج سے باز رہنا قرآن کریم میں ڈرانا ہے جیسا کہ اس آیت میں وَمَنِ الْيَتْلُ خَأْسَجِدْ لَهُ وَسَبَّحَهُ لِكِبْلَا طَرِيْلَهُ اِنَّ هُوَ لَءِ يَجْبُوْنَ الْعَاجِلَةَ وَرَدُّوْنَ ذُرَآءَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (الدھر ۲۶-۲۷) اور رات کے بڑے حصہ میں نماز میں پڑھو اور خدا کی تسبیح و تقدیس کرو یہ لوگ تو صرف دنیا سے ہی محبت رکھتے ہیں اور قیامت کے روز سخت کو پس پشت ڈال رکھا ہو یعنی اسکے لیے کچھ بھی تیاری نہیں کرتے۔ بہانہ ایک طرف تو حکم دیا گیا ہے کہ رات کے بڑے حصہ میں نماز میں پڑھا کرو۔ اور پھر اسکے مخالف طریق کو حجت دینا بیان کیا گیا ہے۔ اور مسلم ریفارم کا یہ فرض ہے کہ وہ دکھا دے کہ بن لوگوں کو متعلق اس جگہ بچوں العاجلہ بیان کیا گیا ہے وہ کیسے حصے ان میں شامل نہیں۔

پس نماز کا حکم تو قرآن کریم اسلئے دیتا ہے تاکہ دنیا کی محبت کم ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہو

اور جو شخص حُبِ دنیا میں مستغرق اور خدا سے دور پڑا ہوا ہے اس کا یہ کہنا کہ مجھے نماز کی ضرورت نہیں یا پانچ نمازوں کی ضرورت نہیں بڑی ناہنجی ہے۔ اس کی حالت اس بیمار کی سی ہے جسکی بیماری خطرناک ہے اور بیماری کے عوارض سب موجود ہیں لیکن وہ کہتا ہے کہ جو نسخہ طبیب تجویز کرتا ہے اسکو میں استعمال نہیں کرتا۔ اس دنیا کی پرے درجہ کی محبت اور اس دنیا کے اشتغال میں غرق رہنا جس کی خاطر نئی روشنی کے تعلیم یافتہ خلیفین نمازوں سے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں یہی وہ علامتیں ہیں جو ان کی خطرناک حالت بیماری کو ظاہر کر رہی ہیں اور جنکے لیے نماز کا نسخہ تجویز ہو چکا ہے اور جس نسخہ کا مجوز وہ طبیب حاذق ہے جس کی فراست روحانی امور میں کبھی خطا نہیں کرتی۔ یہ اس بیمار کی خطرناک حالت ہے جو مرض کو اچھا سمجھتا اور دوائی سے نفرت کرتا ہے۔ ایسا مریض کیونکر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم تو یہ چاہتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ایسا گہرا تعلق پیدا کرے کہ اسی دنیا میں اس کی بہشتی زندگی شروع ہو جاوے پس سوال یہ ہے کہ کیا بہشتی زندگی ان لوگوں کو میسر آچکی ہے؟ اور کیا وہ جذبات اور خواہشات نفسانی سے نجات پاچکے اور گناہ کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ سے انکا وہ پاک تعلق ہے جسکے لیے وہ دنیا کے سب فوائد اور تعلقات کو چھوڑ نیکے لیے تیار ہیں؟ یہ وہ سوال ہیں جن کا ہم عارف صاف جواب ان سے چاہتے ہیں۔ جو کچھ انکے چال چلن اور ان کی تجویز دینے معلوم ہوتا ہے وہ تو یہی ہے کہ وہ اپنے دنیوی منفعت کی خاطر نمازوں کو چھوڑنے کو تیار بیٹھے ہیں بلکہ چھوڑ چکے ہیں اور اس سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت ان لوگوں کے دلوں میں غالب ہے اور آخرت کے وہ بالکل لاپرواہ ہیں زبان سے یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ ہم خدا کو مانستے ہیں لیکن دل کو ٹٹولا جاوے تو دمان خالص۔ دہریہ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔

بوجوہات مذکورہ بالا کوئی شہادت اس امر کی نہیں کہ جو لوگ نماز کی منسوخی کے درپے ہیں وہ نہیں معنون میں مسلم ہیں جن معنون میں آنحضرت صلیع کا منشا مبارک تھا کہ آپ کے متبعین مسلم ہوں۔ نماز اسلام کا اتنا بڑا رکن اعظم اور ضروری اصول ہے کہ بیماری کے بستر پر لیٹے ہوئے بیمار کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ نماز ادا کرے اور میدان جنگ میں بھی جہان دشمن سر پر تلوا رہیں لیٹے کھڑے ہوتے تھے نماز کبھی ترک نہیں کی گئی نماز ہی مومن کا معراج ہے۔ اور نماز کو چھوڑ کر مذہب اسلام کچھ بھی نہیں۔ نماز ہی ایک ایسا ضروری اصول ہے جو انسان کو اس اعلیٰ مقام تک پہنچاتا ہے جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پس اتنے اہم بلکہ سب سے اہم اصول کو اس فضول عذر پر ترک کرنا کہ ابے نیا کے کاروبار بڑھ گئے ہیں پرے درجہ کی حماقت ہے ہاں قرآن کریم میں ایک یہ آیت بیشک آئی ہے کہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سكار۔ یعنی جس حالت میں

تم شراب سے بدست ہو جاؤ تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ لیکن نو تعلیم یافتہ پارٹی میں ہمارے خیال میں ایسے آدمی بہت ہی کم ہیں جو اس آیت سے قایدہ اٹھا کر تارک نماز ہو سکتے ہیں کیونکہ ابھی تک بڑی بھاری تعداد اس پارٹی کی بھی کثرت شرابخوری سے بچی ہوئی ہے اور غالباً استعمال شراب کو برا سمجھا جاتا ہے مان ایسے یہودہ عذر تلاش کرنے کی بجائے کہ اشغال دنیا کی کثرت کے سبب ہم خدا کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتے یہ بہتر ہے کہ اگر نماز کو ترک ہی کرنا ہے تو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے یورپ سے شرابخوری کی علت کو لے لیا، اس آیت کو ترک صلوٰۃ کی دلیل سمجھ لیا جائے۔

ممکن ہے کہ ہمارے متعلق کسی کو ان باتوں سے یہ غلط فہمی ہو کہ ہم اسلام کو ایسا مذہب قرار دیتے ہیں جو انسانوں کو دنیا کے کاروبار کر نیسے روکتا ہے۔ ہرگز نہیں اسلام کام سے منع نہیں کرتا اسلام میں رہبانیت نہیں ہے بلکہ ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ اسلام کی رہبانیت یہی ہے کہ انسان اپنی پوری طاقت کو خرچ کر کے کوشش کرے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے اتباع اور تمام پاکدل مسلمان .. علاوہ پانچ فرض نمازوں کے رات کا بڑا حصہ بھی نمازوں میں گزارتے تھے۔ مگر تاہم یہ لوگ دنیا میں بیکار یا سست نہ تھے اور نہ ہی گھروں کی یا سوسائٹی کی ضروریات کا غافل تھے اور نہ ہی علوم میں ترقی سے لاپرواہ تھے وہ دنیا کے فاتح بھی تھے اور علوم میں بھی سب سے فوقیت لیگئے تھے۔ وہ نمازوں کو بھی تینوں ادا کرتے اور اپنے دوسرے فرائض اور حقوق کو بھی ایسی طرح ادا کرتے تھے جو ادا کرنا کا حق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ہستی ان کے لیے یقین نام کا حکم رکھتی تھی اور اس لیے نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کوئی بات یا کوئی دنیا کا کام ان کو روک نہ سکتا تھا۔ یہ وہ مسلم تھے جو جانتے تھے اور بصیرت کے اس امر سے واقف تھے کہ سچی خوشحالی صرف خدا کی اطاعت میں ہے ان راستنمازوں کے طریق کی آج کل کے مدعیان تہذیب مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ ایک لمحہ کیلئے بھی ان کی سرکش گردن خدا کے آگے جھکیں مگر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بڑا زبردست اور طاقتور ہے اور وہ ہر ایک سرکش کی گردن کو اپنے آگے جھکا لیتا ہے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ دنیاوی امور کیلئے نماز کو مختصر کرنے کی تجویزین تو سوچتے ہیں مگر یہ خیال ان کے دل میں کبھی نہیں آتا کہ نمازوں کی خاطر دنیا کے کاموں کو ہی مختصر کر دیا جائے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایمان عالم آخرت پر کچھ بھی نہیں اور وہ اسی دنیا کو ہمیشگی کا گھر سمجھے بیٹھے ہیں اصل بات یہ ہے کہ اس مادہ پرستی کے زمانہ میں لوگ اللہ تعالیٰ سے استفادہ دو درجہ پڑے ہیں کہ وہ اس سچی خوشحالی سے بالکل بیخبر ہیں اور اس راحت کے ناواقف ہیں جو نماز میں حاصل ہوتی ہے کیونکہ نماز ہی انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم کرتی ہے مگر افسوس ہے کہ آج کل نماز کو ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے

اور ادائیگی نماز کو محض ایک فرض سے سبکدوشی خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ نشانہ نہیں کہ نماز میں انسان ٹکریں مار کر اپنا وقت ضائع کرے۔ نماز آدمی کو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچاتی ہے اور نماز سے جو تعلق انسان کا اپنے آقا و مولے سے پیدا ہوتا ہے وہ اسکے اندر ایک اعلیٰ درجہ کی لذت اور راحت پیدا کرتا ہے اور اسی دنیا میں اسے ایک بہشتی زندگی عطا کرتا ہے۔ اسکی لذت وہ اعلیٰ درجہ کی لذت ہے جسکا مقابلہ کوئی دنیا کی لذت نہیں کر سکتی۔ اگر کسیکو یہ لذت نصیب ہو جائے تو وہ دنیا کی تمام لذتوں کو بھول جائے اور نماز کو ہی اپنی روح کی غذا سمجھے۔ سبب اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہیں جیسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اگر ضرورت ہوئی تو ہم پھر اس مضمون پر کچھ اور لکھیں گے۔ بالفعل اس مضمون کو جناب مولوی۔۔۔ عبدالکریم صاحب کے ایک نوٹ کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے کہ ”ایا مسلم ریفارم“ اس نام کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔ وہ نوٹ حسب ذیل ہے:-

کیا یہ نام ”مسلم ریفارم“ اس اصلاح کیلئے جو مصلحان جدید نے تجویز کی ہے مناسب ہے؟  
یہ لفظ ”مسلم“ قرآن شریف میں جس معنی اور مفہوم کے ساتھ برتا گیا ہے وہ قطعی فیصلہ ہوگا۔ اس نزاع میں جو ان سنی ہمدردوں میں پیدا ہوئی ہے قرآن شریف میں جہاں خدا تعالیٰ نے اہسان جتنا ہے۔ فرماتا ہے۔ **هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ** **مَنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شَهِدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ** (الحجہ - ۷۷) یعنی ابراہیم نے تمہارا نام ”مسلم“ رکھا اور آج اس رسول کی زبان سے بھی تمہارا یہی نام رکھا جاتا ہے مسلمان ہونیکے معنی یہ ہیں یا یوں کہو کہ مسلمان ہونیکا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ رسول تم پر گواہ ہوگا اور تم دنیا پر گواہ ہو گے۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ جس طرح خود یہ رسول مسلمان بن کر تمہارے لیے ایک نمونہ ٹھہرا ہے اسی طرح تم بھی مسلمان بن کر کل دنیا کیلئے نمونے ٹھہرو گے۔ (لیکن از بسکہ مسلمان ہونا بڑی بھاری بات ہے اسلئے اس خدا کے فضل کو کھینچنے والی اور اسکی طرف سے توفیق دینے والی تدبیر یہ ہے کہ) تم نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو (یعنی حقوق اللہ و حقوق عباد کی پوری رعایت کرو) اور اللہ تعالیٰ پر خوب مضبوط ایمان پیدا کرو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہارا آقا بن جائیگا۔ اس لفظ کا فلسفہ یہ ہے کہ تم دنیا کی گردنوں اور سلطنتوں کے مالک ہو جاؤ گے اور خدا سے بڑھ کر اور کون دوست اور مددگار ہو سکتا ہے۔ پھر ایک موقع پر خدا تعالیٰ نے ابراہیم کا ذکر کیا ہے اور نمونہ کے طور پر اس کا یہ فعل بیان کیا ہے جو ہمیشہ کے لیے مومنین میں ابراہیم کی یادگار رہیگا۔ چنانچہ فرمایا **إِذْ قَالَ**



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ اسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (البقرة ۱۳۱) یعنی جب حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خالص ہماری ہی فرمانبرداری کر (مسلم ہو جا) تو جواب میں عرض کیا کہ میں سارے جہانوں کے پروردگار کا فرمانبردار ہوا۔ پھر ایک موقع پر جہان ذکر کیا ہے کہ کس طرح حضرت ابراہیم نے ایک رویا کی بنا پر اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کرنا چاہا۔ اسی لفظ اسلام کو اس طرح پر مذکور فرمایا ہے۔ فَلَمَّا اسْلَمْنَا وَتَلَّاهُ لِلْحَيَيْنِ وَنَادَيْتَهُ اَنْ يَّاتِيَ بَرَاهِيمَ لَقَدْ صَدَّقَ الرَّءْيَا اِنَّا كَذَلِكْ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ۔ (والصافات ۱۰۳-۱۰۵) پس جب دونوں یعنی ابراہیم اور اسمعیل تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے او باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا تو وہیں ان کی فرمانبرداری نہایت ہی پسند آئی، اور ہم نے اس سے پکار کر کہا کہ اے ابراہیم تم کو خواب کو خوب سچ کر دکھایا اب ہم تم کو بڑے مراتب (نیکی) اور نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ان مقامات میں غور کرنیے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بہت بڑا لفظ ہے اور مسلم وہ عظیم الشان انسان ہے جو اسلام کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لفظ کی تفسیر کیلئے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے اپنی تمام رضا مندیوں اور انعاموں اور فضلوں اور برکتوں کا جالب اسی اسم کو کھڑا کیا ہے جیسا کہ ایک موقع پر کہا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِي اسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ اَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَكَالْخَوْفِ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (البقرة ۱۱۲) یعنی مسلم وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کیلئے اور اس کے ارادہ کی پیروی کیلئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنیکے لیے وقف کر دیوے جو شخص ایسا کریگا اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کیلئے قائم ہو گا وہی ہے جو عند اللہ مستحق اجر ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف نے یہودیوں اور نصاریوں سے مباحثہ کرتے ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں دلائل قاطع دیتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل بنی خصوصاً موسویوں اور عیسویوں کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم مسلم تھے اور وہ عظیم الشان بنی جس کا نام اسرائیل تھا اور بنی اسرائیل کا قابل فخر باپ تھا۔ وہ بھی مسلم تھا اور اپنی اولاد کو بھی مسلم بننے کی وصیت کر کے مرا۔ اور ہمارے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسلم تھے۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اسلام اور مسلمان کیا کیفیت اور حقیقت رکھتا ہے جس پر خدا تعالیٰ کے استعداات اور برکات نازل ہوتے ہیں لیکن اس تفتیش میں بھی کچھ تکلف کی بہن ضرورت نہیں پڑتی خود ان مسلمانوں کی طرز زندگی اسکی کافی تفسیر ہے۔ اب ان لوگوں کی طرز زندگی دیکھنے کیلئے کہ خدا اور خلق کے ساتھ انکا معاملہ کیسا تھا ہمیں پھر قرآن کریم کی طرے ہی رجوع کرنا چاہئے۔ قرآن شریف نے جو کچھ ان کی نسبت

کہا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے راستباز تھے متقی تھے خدایتعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق رکھنے والے تھے غلو تھے  
 کے ساتھ سچی ہمدردی کر نیوالے اور پہلے درجہ کے نیکو کار تھے ان لوگوں کی زندگیوں اور کارروائیوں کا صاف  
 صاف طور پر دکھائیوا اور خدایتعالیٰ کی برکات کا مجموعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنکی ایمان  
 اعتقاد اور اعمال کی نسبت قرآن شریف میں یہ دعوے کیا گیا ہے کہ کل انبیاء کا یہی ایمان اور اعتقاد اور  
 طرز عمل تھا۔ اب یہ کوئی مخفی بات نہیں کہ یہ مسلمان یا اول المسلمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازین  
 پڑھتے تھے اور اسید طرح کی پانچ نمازین پڑھتے تھے جو تعالیٰ کے طور پر تیرہ سو برس سے اب تک بلا تغیر قائم  
 ہیں روزے رکھتے تھے زکوٰۃ دیتے تھے حج کرتے تھے ان تمام امر و نیکو بجا لاتے تھے جو قرآن شریف میں مذکور  
 ہیں اور اسی طرح ان تمام نبیوں سے بچتے تھے جو خدا کی کتاب میں مسطور ہیں۔ اور نہ صرف اس ازل المسلمین  
 محمد احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خدا کے ان امر و نہیوں کی تعمیل کی ہے بلکہ قیامت تک مسلمانوں کی یہی نشان  
 قائم کیے ہیں اور اپنے دعوے اور طرز عمل اور عمل کے نتیجوں سے یہ ثابت کر کے دکھایا ہے کہ خدایتعالیٰ کی  
 خوشنودی اور خدایتعالیٰ سے تعلق کی یہی ایک راہ ہے۔ دراصل یہ بہت گہری بات ہے کہ خدا کیا ہے اور اسکی  
 خوشنودی کیا ہے۔ اور ایک انسان اس خوشنودی کو کیونکر حاصل کر سکتا ہے۔ اگرچہ کل نبیوں اور راستباز  
 فلاسفوں کا اصل منشا اور غایت اسی راہ کا کھولنا رہا ہے مگر قرآن شریف نے بے نظیر طریق سے اس مسئلے کو  
 صاف کیا ہے۔ اس طرح کہ یہ دعوے کیا ہے کہ خدا ہے اور اسکی ایک مرضی ہے اور اس کی مرضی کے بجا لانے  
 پر اسی دنیا میں انعامات اور برکات مترتب ہوتے ہیں اور اسکی خلاف مرضی کے ارتکاب پر اسی دنیا  
 میں لعنت اور عقوبت وارد ہوتی ہے۔ وہ خدا کی مرضی اسلام اور اسکے شعائر ہیں۔ اور اس راہ پر چلنے والا  
 اور اس مرضی بجا لانے والا اسی مسلمان اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور وہ لوگ جو اس کی  
 مخالفت کرتے ہیں یا اسلامی اصطلاح میں یوں کہو کہ اسکا کفر کرتے ہیں وہ خدایتعالیٰ کی مرضی کے برخلاف  
 اپنی تراشیدہ راہ پر چلتے ہیں یعنی مسلم نہیں ہیں۔ اب دونوں گروہوں کا یعنی مسلمانوں اور غیر مسلمانوں یا  
 کافر و کفار و فتناء کا مقابلہ ہوتا ہے۔ اس مقابلہ کی نسبت خدا کی زندہ کتاب میں برسوں اس سے پہلے کہ  
 مقابلہ کا کوئی وجود اور نشان بھی نہ تھا بڑے پر زور اور بلند اور پر شوکت الفاظ میں جا بجا یہ دعوے کیا  
 گیا ہے کہ از بسکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیرو متقین ہیں یعنی مسلمین ہیں یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کی  
 رضا کی راہوں پر چلنے والے ہیں (سیلے وہ مظہر اور منصور ہونگے۔ اور اپنے مخالفوں کے شہر وں اور گھروں  
 اور اموال و املاک پر قابض و متصرف ہو جائینگے اور انکے دشمن سخت ذلتوں اور تباہیوں میں گرفتار ہونگے  
 اسی طرح جیسے ابتدائے آفرینش سے خدا تعالیٰ کی سنت بکار و نیکے لیے جاری ہے۔ رسول کریم صلی

کی اس کامیابی اور آپ کی دعوت کی اس سچی کامیابی نے یہ ثابت کر دیا کہ وہی راہ خدا تعالیٰ کی مرضی اور خدا کی معرفت کی راہ ہے جس راہ پر آپ چلے ہیں اور اسکے خلاف ضلالت اور ہلاکت کی راہ ہے اور محتاج بھی ثابت کر دیا کہ ایک قادر قادر متصرف مدبر بالالادہ حکم مایرید و فعل مایستہستی ہے جسکے بلائے سے وہ قبل از وقت بولے اور ایسے پر توحیدی الفاظ میں دعوے کیے کہ جن کی نظیر دنیا کی تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔

اب جبکہ بڑی صفائی سے یہ بات طے ہو گئی کہ اسلام کیا شے ہے اور مسلم کن لوگوں کا نام ہے اور ان کے اعمال و افعال کے نتائج کیا ہیں تو سوال یہ ہے کہ آیا مسلم ریفارم انہی راہوں پر چلنا چاہتا ہے۔ مگر افسوس ہے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس کی راہ وہ راہ نہیں جو ان مذکورہ الصد مسلمانوں کی راہ ہے تو پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نام کیوں تجویز کیا گیا ہے۔ ہم اس سے نہیں روکتے کہ کوئی ریفارمیشن کا خیال دل میں نہ لادے جتنے ریفارم ہوں ہوں۔ مگر ہمیں صرف یہ دیکھنا اور دکھانا تھا کہ آیا یہ نام اس کارروائی کے ساتھ جو اس پرچہ نے اختیار کی ہے کچھ بھی مناسبت رکھتا ہے۔

## عیسائیت کے فرقہ مارن کے اعتقاد

سب سے بڑا فرقہ جو گذشتہ صدی میں عیسائی مذہب کے اندر پیدا ہوا ہے اور جس کی عمر اس وقت پچھتر سال کی ہے مارمنون کا فرقہ ہے۔ اور اس وقت اسکے پیرو پانچ لاکھ بتائے جاتے ہیں جن کا بیڑا اجتہاد یا استیوٹا میں رہتا ہے اور باقی دیگر عیسائی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس فرقہ کا بانی ایک شخص جوزف سمیتھ نام تھا جو ششہ اء میں پیدا ہوا اور ابھی چالیس سال کی عمر تک نہ پہنچا تھا کہ جلیانہ میں ہی عیسائیوں کے ایک مخالف گروہ نے اسکا کام تمام کر دیا۔ اس مضمون میں ہمیں اس امر پر بحث کرنی ضرورت نہیں کہ آیا مارمن فرقہ کا بانی نیک آدمی تھا یا مفتری اور کذاب۔ اور آیا اسکا چال چلن بالکل پاکیزہ تھا یا دغا دار۔ ہماری غرض صرف ان عقاید کا دیکھنا ہے جن میں مارمن فرقہ کا مروجہ عیسائی مذہب سے اختلاف ہے۔ اور پھر یہ غور کرنا ہے کہ آیا یہ عقاید مروجہ عقاید پر ترجیح دینے کے قابل ہیں یا نہیں۔ سب سے اول یہ امر قابل ذکر ہے کہ مارمن لوگ بائبل کو مانتے ہیں لیکن عام عیسائیوں کے برخلاف وہ اسکے نقص و کمزوری سمجھتے ہیں چنانچہ ایک مباحثہ میں جو فرقہ مارمن میں اور عام عیسائیوں میں ہوا تھا مارمن مباحثہ نے بائبل کے متعلق اپنے اعتقاد کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

”ہمیں اس مباحثہ میں اس بائبل کو جو بادشاہ حمیس کے جبر کے نام سے مشہور ہے تسلیم کرتا ہوں میں اس بائبل کو جو اصلی عبرانی زبان میں ہے اگر وہ مل سکے تسلیم کرتا ہوں عبرانی کی بائبلیں تو بیشک اس زمانے میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ میرے ہاتھ میں بھی عبرانی زبان کی ایک بائبل اس وقت موجود ہے۔ مگر اصلی بائبل دنیا میں کہیں نہیں ملتی بلکہ اصل کی پہلی نقل کا بھی کوئی پتہ نہیں ملتا بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اصلی بائبل کی سوین نقل بھی ہوتی ہے میں نہیں ملتی مثلاً حضرت موسیٰ کی شریعت کا اصل نسخہ جو الواح پر لکھا ہوا تھا وہ کہیں دستیاب نہیں ہوتا۔ بلکہ جہاں تک ہمیں علم ہے گزشتہ اٹھارہ سو سال سے ایسے الواح اور شریعت موسوی کے اصل نسخہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ ہم ان کا حوالہ نہیں دے سکتے بلکہ ان کی نقلوں کا حوالہ بھی نہیں دے سکتے صرف انہیں بائبلیوں کا حوالہ دے سکتے ہیں جو حال کے زمانے میں شائع ہوئی ہیں اور چونکہ یہ نسخے ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ مختلف نسخوں میں تیس ہزار مختلف قرائتیں ہیں۔ یہ کون فیصلہ کر سکتا ہے کہ عبرانی بائبل جو انہیں نسخوں میں سے کسی ایک سے ترجمہ کی گئی ہے اصلی نسخہ سے ترجمہ ہوئی ہے یا نہیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مارن لوگ بائبل کو ایک حد تک جانتے ہیں اسکے علاوہ انکا اعتقاد ہے کہ نیا عہد نامہ مکمل نہیں بلکہ اسکا تتمہ وہ اس کتاب کو قرار دیتے ہیں جسے وہ مارن کی کتاب یا مغربی بڑا عظیم کی بائبل کہتے ہیں۔

دوسرا اختلاف جو مارنوں اور عام عیسائیوں کے درمیان ہے وہ انقطاع وحی الہی کے متعلق ہے عام عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مکاشفات کی کتاب کے بعد سلسلہ وحی الہی بالکل منقطع ہو گیا اور آئندہ خدا کا اپنا کلام بندوں پر نازل کر نہ کیا دروازہ بند کر دیا۔ اس اعتقاد کے سبب سے لوگوں کو باری تعالیٰ کی ہستی پر بھی شکوک پیدا ہوئے ہیں۔ مندرجہ ذیل الفاظ جیسا کہ لکھنے والا ایک طالب حق ہے ہر ایک دل پر جسے تعصب نے اندھانہ کر دیا ہوا اثر کرتے ہیں۔

”اسوقت ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو انسانوں کے اندر ایسے ایمان کو پیدا کرے کہ واقعی خدا زندہ خدا ہے اور وہ ہمارا باپ ہے اور وہی اپنی تائید سے ہمیں گزشتہ کے مردہ قصوں سے اوپر اٹھنے کی طاقت دیتا ہے وہ ہمارا مولیٰ ہے اور کہ وہ مکاشفات کی کتاب کو پورا کر نیکی بعد مر نہیں گیا اور کہ ہم اب بھی اس الہام پا سکتے ہیں۔ ہم کو ایسے مذہب کی سخت ضرورت ہے کیونکہ دنیا اس طرح زندگی بسر کر رہی ہے کہ گویا اسکے نزدیک خدا مر چکا ہے یا سو یا ہوا ہے اور دنیا کے لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جس طرح ہم ایک دوسرے کو ہٹا دیتے ہیں اسی طرح خدا بھی ہمارے دھوکے میں آ سکتا ہے اس غفلت اور لاپرواہی اور نفاق سے دنیا پر ایک روحانی موت وارد ہو گئی ہے۔ سب سے بڑھ کر فسق و فجور ان ملکوں میں پھیل رہا ہے جنکو سب سے بڑھ کر عیسائی



تہذیب پر ناز ہے۔ ہر جگہ ہم دیکھتے ہیں کہ لڑکے اور لڑکیاں جوان مرد اور جوان عورتیں بیاہے ہوئے مرد اور بیاہی ہوئی عورتیں پر لے درجہ کی بدکاریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں (دیکھو عیسائیوں اور مارمنوں کے اصول مصنفہ چارلس ایلیس صاحب) ان لوگوں کو جنکے دلوں میں زندہ خدا اور اسکے کلام کیلئے ٹرپے ہم یہ تو خبر دیتے ہیں کہ اس جی و قیوم قادر مطلق خدا نے عین اپنے وعدہ کے مطابق اور عین اس وقت پر جب سب آنکھیں انتظار میں لگی ہوئی تھیں اپنا آخری سلسلہ قائم کیا ہے اور عین ضرورت کے وقت اپنے مسیح موعود کو نازل فرمایا ہے کہ ناپیاسوئی لیکم ہو اور تھکے ماندے آرام پا دیں اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زندہ وحی کے چشمہ کو جاری کیا ہے کہ حق کے پیاسے سیراب ہو دیں اور اس کی ہستی یقین کامل کے درجہ تک پہنچ کر گناہ کی قید سے رہائی پا دیں کیونکہ قدیم سے سنت الہی یہی رہی ہے کہ جب کبھی دنیا پر روحانی موت آئی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ سے اپنے کسی خاص بندے کو مامور فرما کر از سر نو وحی کا چشمہ جاری کیا ہے کیونکہ بغیر اسکے اللہ تعالیٰ پر زندہ ایمان پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ القصہ ایک ہی سبیل خدا کی ہستی یقین تام کے پیدا ہونگی ہے اور وہ ہے وحی الہی پس وحی الہی کے جاری ہونے سے انکار کرنا گویا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پسند نہیں کیا کہ اس زمانے کے گم گشتہ لوگ بھی اسکی سچی راہ کو پاسکیں یا اس کی سچی معرفت حاصل کر سکیں۔ مگر عیسائی مذہب ہی تعلیم دیتا ہے لیکن فرقہ مارمن اسکے برخلاف یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہر زمانے میں ہمکلام ہوتا ہے اور اسکا چشمہ وحی ہر زمانے میں جاری ہے۔ اسی عقیدہ کی بنا پر مارمن لوگ یسوع کو باقی انبیاء سے بڑھ کر کوئی الگ قسم کی فضیلت نہیں دیتے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا راستنار بنی اور برگزیدہ انسان مانتے ہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ انکے نزدیک بانی فرقہ یعنی جوزف سمٹھ بھی صاحب وحی تھا۔ تیسرا اہم اصول جس میں مارمنوں کا عام عیسائیوں کے ساتھ اختلاف ہے موروثی گناہ کا مسئلہ ہے یعنی حضرت آدم کے سبب تمام آئینوالی نسلوں کا ہمیشہ کیلئے مورد غضب اور لعنتی ٹھہر جانا۔ اگرچہ اس عقیدہ کا ہر ایک پہلو قابل نفرت ہے مگر سب سے زیادہ بیزار کرنیوالا اسکا یہ پہلو ہے کہ چھوٹے بچے بھی ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیں گے یہ عقیدہ موروثی گناہ کے عقیدہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور وہی مصنف جسکا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اس مضمون پر ان الفاظ میں بحث کرتا ہے: "یا تو یہ عقیدہ کہ آدم پر لے درجہ کی بدکاری میں پڑ گیا تھا اور پھر وہی بدکاری اس کی تمام نسل کے حصہ میں آئی بالکل لغو اور جھوٹا عقیدہ ہے۔ یا اگر یہ سچا ہے تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام چھوٹے بچے اور تمام بالغ انسان سوائے چند برگزیدہ لوگوں کے کل کے کل ابدی جہنم کے وارث ٹھہرتے ہیں یعنی اگر آدم کا گناہ ان معنوں میں موروثی ہے کہ اس کے پیچھے آئینوالی نسلین بھی اس میں شامل ہیں۔ تو جو بچے اب پیدا ہوتے ہیں وہ ایسے ہی لعنت کے نیچے اور راہ راست کے جدا ہیں جیسا کہ آدم اور حوا کے بچے تھے۔"

اور اگر برعکس اس کے یہ تسلیم کیا جاوے کہ جو بچے آج کل پیدا ہوئے ہیں وہ عیسائی نہیں اور بدکاری انکو ورثہ میں نہیں ملتی یعنی اگر وہ بغیر بپتسمہ لینے کے مرجائیں تو ہمیشہ کے جہنم میں نہیں گرائے جائینگے۔ تو یہ بھی لازم آوے گا کہ آدم کے گناہ نے اگلی نسلوں کوئی اثر نہیں کیا اور نہ ہی انکے آدم موروثی طور پر گناہ کا رہن اور ایسے مسیح کا کفارہ جو آدم کے گناہ کیلئے کہا جاتا ہے بالکل بے اثر ہوگا، اصل میں آج کل کے علوم کی روشنی کے نیچے عیسائی صاحبان اس کوشش میں ہیں کہ تمام بچوں کا پیدا ہوتے ہی موروثی غضب الہی ہونے اور بادی جہنم کے وارث ہونے کا عقیدہ دور کیا جائے لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ اس وحشیانہ عقیدہ سے اس وقت تک عیسائیت کا دامن پاک نہیں ہو سکتا جتنا کہ پہلے موروثی گناہ اور پھر کفارہ کے عقیدہ کو ہی سرے سے الوداع نہ کہی جاوے۔ جیسے جیسے زمانہ جہالت سے نکال کر علوم میں ترقی کرتا جاتا ہے عیسائی مذہب کو بھی اپنی سیودگیوں اور غلطیوں پر نادم ہونا پڑا ہے ورنہ پہلے ہی عقیدے تھے جنکو بڑے فحش ممبر و غیر حٹر حکمران بیان کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی کتاب میں ایک پادر صیاح کا ذکر لکھا ہے کہ اسکا قول ہے کہ ”میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ چھوٹے چھوٹے بچے جو ابھی ایک بالشت کے بھی نہیں ہوئے دوزخ کے فرش پر رہیں گے پھر تے ہیں“ پہلی صدی عیسوی سے لیکر نوین صدی تک ایک بھی ایسا شخص بیان نہیں کیا جاتا جس نے بچوں کو بپتسمہ دینے کی ضرورت نہ سمجھی ہو یا دوسرے لفظوں میں یہ عقیدہ نہ رکھا ہو کہ جو بچے بغیر بپتسمہ لینے کے مرجاتے ہیں وہ سب کے سب پرکے جہنم میں جلائے جائینگے صرف ایک شخص ایسا بیان کیا جاتا ہے مگر اس نے بھی بعد میں اس عقیدہ کو توبہ کی۔ امریکی میں ایک عظیم کا ذکر ہے کہ اس نے بیان کیا کہ ”میں خوارچے جو بغیر بپتسمہ لینے کے مرد و دازلی میں زہریلے سائپوں کی مانند ہیں جن کو خدا اپنے غضب کے چمٹے سے پکڑ کر جہنم کی آگ پر جلائے گا“ سبحان اللہ جھوٹ اور سچ میں کیسا زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک طرف تو عیسائیت کا یہ وحشیانہ اور گھٹنا عقیدہ ہے اور دوسری طرف اسلام کا یہ پاک اور خوبصورت اصول کہ نہ صرف تمام بچے فطرت اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اور وہ کسی طرح سے قابل مواخذہ نہیں بلکہ یہ بھی کہ جو چھوٹے بچے فوت ہو جاتے ہیں وہ اپنے ماں اور باپ کے لیے شفیق ہوتے ہیں اور خود جنت میں جائیں گے علاوہ اپنے والدین کو بھی جنت میں لیجا نیکادریعہ بنتے ہیں۔ سوچنے والے دل کیلئے یہ چھوٹی سی بات نہیں جس سے اسلام کی صداقت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ خیر یہ نفرت انگیز عقیدہ عیسائی مذہب کے دنیا میں پھیلا یا مگر مار من فرقہ کے لوگ اس سے سچے دل سے براہین اور وہ موروثی گناہ کے عقیدہ کو باطل قرار دیتے ہیں چنانچہ حضرت آدم کے متعلق وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان دو نو کو یعنی آدم اور حوا کو بادی بہشت کے نکال کر خدا تعالیٰ نے اس زمین پر ایسے بھیجا کہ کتنا وہ اس دنیا کے انسانوں کے مورث اعلیٰ اور انسانی نسل کے بانی مہرین لیکن چونکہ ان کو خدا تعالیٰ نے

غیر فانی بنایا تھا اسلئے جب تک وہ خود فانی نہ بنتے۔ ایک فانی انسانی نسل کے باقی نہ ہو سکتے تھے پس انکے بہشت سے نکالے جانیسے ہی مراد تھی یعنی غیر فانی ہونیسے فانی ہونے کی طرف انتقال کرنا۔ اور یہ غلط ہے کہ بہشت سے نکلنے پر انکی فطرت بدکاری کی فطرت ہوگئی تھی بلکہ ایک وقتکے لیے اُن سے غیر فانی ہونا لے لیا گیا تاکہ اس بقا کو وہ پھر (روحانی) بعثت کے ذریعہ سے حاصل کریں۔ اس طرح پیرامونوں نے موروثی گناہ کو ہمیشہ کیلئے رخصت کر کے اس طریق نجات کے آزادی حاصل کی جس میں ایک کی بجائے تین خدائے پڑتے تھے۔

لیکن ان سب بڑھ کر ایک اور بات جس نے مارمونکو ہر طرح کی تکلیفوں اور دکھوں کا نشانہ بنایا، اور وہ ہے انکا اعتقاد کہ تعدد ازواج کا مسئلہ سچا مسئلہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جوزف سمتھ کو اس مسئلے کی تعلیم صرف اپنی بعض بدچلینیوں کی پردہ پوشی کیلئے دینی پڑی۔ مگر ان بدچلینیوں کے بیان کرتے ہوئے وہ عیسائی صاحبان میں جو مذہب کی خاطر جھوٹ کو بھی درست سمجھتے ہیں، دوسرے طریف ہم دیکھتے ہیں کہ جوزف سمتھ کی تعلیم کا شروع سے ہی یہ منشا تھا کہ تعدد ازواج کا مسئلہ صحیح اور سچا مسئلہ ہے کیونکہ اول تو خود بائبل اور بائبل کے برگزیدہ نبی جو انسانوں کے لیے نمونہ بن کر آئے تعدد ازواج کی تعلیم دیتے تھے اور اسلئے جب تک کوئی عیسائی تعصب کی پٹی انکو نیر نہ باندھے وہ اس مسئلے کی صداقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازین جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے جوزف سمتھ کی تعلیم میں شروع سے ہمارے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا سچا نبی اور خدا کی طرف سے مانا گیا تھا اور اسلئے بھی ضروری تھا کہ جوزف سمتھ ابتدا سے ہی تعدد ازواج کے مسئلہ کا قائل ہوتا۔ اور یہ سوال کہ جوزف سمتھ کی غرض اس مسئلے کی تعلیم دینے سے کیا تھی ہماری راہ جب تک کہ ملکی قانون کے رد سے مارمن مجبور نہیں ہو گئے وہ کھلے طور پر تعدد ازواج کے مسئلے پر عمل کرتے رہے۔ مگر اسلام کی طرح انہوں نے کوئی حد قایم نہیں کی کیونکہ نہ صرف ..... پانچ بیچ عورتوں والے مارمون کا ذکر ہی سنا جاتا ہے بلکہ مارمن چرچ کے پرنسپل ینگ کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ شکہ ۱۸ء میں مراٹوما عورتیں اور ۵۶ لڑکے لڑکیاں چھوڑ کر مرا۔ مارمون کی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ تعدد ازواج کا مسئلہ رہا ہے۔ اور اس زمانے میں امریکہ جیسے مذہب ملک میں اس تعدد ازواج پر عمل کرتے ہوئے فرقہ کا نمایاں ترقی کرتا ایسی ترقی جو دوسرے عیسائیوں کو حیرت میں ڈال رہی ہے ان لوگوں کو جھوٹا ثابت کرتا ہے جو یورپ کی تقلید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ”تعدد ازواج جسم اور دل کو کمزور کرنے کا ذریعہ ہے اور اس سے ابتدا قوم کے افراد تباہ ہو کر آخر کار قوم کی قوم ہی تباہ ہو جاتی ہے“ اب اس تعدد ازواج پر عمل کرنے والی قوم کا حال سنئے کہ جب ایک ہی عورت سے شادی کر لیا جائے



ظالموں نے انکو اپنے گھروں سے نکال دیا تو انہوں نے سلسلہء میں ایک نیا شہر سالٹ لیک سٹی آباد کیا انکے حد درجہ کی محنتی قوم ہونے پر ایک عیسائی مورخ اس طرح شہادت دیتا ہے کہ ”زمین کے بڑے بڑے قطعات کو فی الفور زراعت کے نیچے لے آئے ایک بڑا شہر تہی جلدی آباد ہو گیا کہ گویا جادو سے پیدا ہو گیا اور ان پریسوں کی نہ تھکنے والی محنت اور محنت اور جوش نے ایک بیابان کو ایک سرسبز اور بہت آباد بنا دیا۔“  
تعداد ازواج پر ایک یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اس سے عورت مرد کے ہاتھ میں ایک مردہ کی طرح ہو جاتی ہے اور مرد جب چاہے ایک کو چھوڑ کر دوسری عورت کر سکتا ہے لیکن یہ سب بے بنیاد باتیں اور جھوٹے جملے ہیں۔ مارمنوں کو جس قدر اپنی عورتوں سے محبت ہے اس قدر دوسری عورتوں نے جو مارمن نہیں رشک کیا، چنانچہ اخبار ٹروٹھ سیکر ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں لکھتا ہے: ”عورتوں کی ایک انجمن نے جسکا نام نیویارک سوسائٹی فار پولیٹیکل سٹڈی ہے اپنے ایک جلسہ میں مارمنوں کی اپنی عورتوں سے اعلیٰ درجہ کی محبت کی تعریف کی۔ ایک لیڈی نے کہا کہ ایک مارمن کی محبت پر غور کر دجیب وہ اس بات پر مست کرتا ہے کہ مارڈالا جاوے یا جیل خانہ میں ڈالا جاوے مگر اپنی پانچ عورتوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑ سکتا اور پھر اسکے بعد یہی عورت خواہش ظاہر کرتی ہے کہ کاش ہمارے خاوند کو بھی ایسی محبت ہو۔ اس نوٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مارمنوں پر تعداد ازواج کی وجہ سے کیا کیا ظلم ہو رہے ہیں۔“

مارمنوں کے تعداد ازواج کے خلاف عیسائیوں کا یہ جنگ اسی وقت سے شروع ہے جبکہ ۱۸۳۳ء میں پہلے پہل بانی فرقہ نے کھلے طور پر اس اصول کو تسلیم کیا۔ سب سے پہلے مارمنوں نے گورنمنٹ کے سند حاصل کر کے عیسائیوں کے ظلم سے بچنے کیلئے ایک شہر ناو آباد کیا تھا مگر ملکی قانون نے یہ سند دو سال بعد منسوخ کر دی اور اس منسوخی سے مارمنوں کی حالت ایسی تازک ہو گئی کہ انکو فی الفور جلاوطن ہونا پڑا۔ اور جنہوں نے جلاوطنی اختیار نہ کی انہوں نے اسکا نتیجہ بھگتا کیونکہ آخر شہر پر گولہ باری کر کے زبردستی انکو لٹکا لایا۔ یہاں سے بھاگ کر ان لوگوں نے ایک نیا شہر آباد کیا جسکا ذکر اوپر آچکا ہے۔ مارمن دنیا کے مختلف مقامات سے جلاوطن ہو کر یہاں آباد ہوتے گئے یہاں تک کہ ممالک یورپ کے مارمنوں نے بھی اسی جگہ پناہ لی۔ سلسلہء میں یہاں سے متحدہ کے پریزیڈنٹ فلی مور نے مارمنوں کے علاقہ کو باقاعدہ صوبہ بنا کر مارمنوں کے پریزیڈنٹ نیگ کو وہاں کا حاکم بنا دیا۔ لیکن یہ لوگ امن سے گزارہ نہ کر سکے اور ملک کی گورنمنٹ اور مارمنوں درمیان اندرونی فساد شروع ہو گئے۔ بعض وقت بڑی بہادری سے انہوں نے ملکی فوج کو پسپا بھی کیا۔ مگر آخر کار انہوں نے اطاعت اختیار کی۔ سلسلہء میں تعداد ازواج کو فوجداری جرم قرار دیا گیا۔ اور مارمن پریزیڈنٹ کو قید کیا گیا۔ مگر باوجود اسکے مارمن لوگ تعداد ازواج پر عمل کرتے رہے۔



سٹہ ایمین ایک اور بل تعدہ ازواج کے خلاف پیش ہوا جس کے رو سے مارنوں کی عورتوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ طلاق کیلئے دعوے کر سکتی ہیں۔ سٹہ ایمین ایک اور بل پیش ہوا جس نے تعدہ ازواج کو منسوخ کر کے یونٹا کو مارنوں کا علاقہ تھا ایک معمولی صوبہ قرار دیا۔ وقتاً فوقتاً اور قانون تعدہ ازواج کے خلاف بنتے رہے مگر باوجود جلیان قانون میں ڈالے جانے مارنوں نے اس اصول پر عمل نہ چھوڑا۔ سٹہ ایمین ایک قانون جس کو ایڈمنڈ ٹکرس ایکٹ کہا ہے پاس ہوا۔ اس کے رو سے یہ حکم دیا گیا کہ کوئی شخص ایک عورت کے علاوہ دوسری عورت سے نکاح کر کے اس کو بطور بیوی کے گھر میں نہ رکھے حالانکہ ایسا ایکٹ کبھی کوئی پاس نہیں ہوا جس نے یہ مخالفت کی ہو کہ ایک چھوٹی عورت کو کوئی شخص بلا نکاح گھر میں رکھ کر ان سے زنا نہ کرے۔ پھر اسی ایکٹ کے رو سے ان تمام لوگوں سے رائے دینے کے حقوق چھین لیے گئے جو قسم اٹھا کر یہ بیان نہ کریں کہ وہ تعدہ ازواج کا ارتکاب نہیں کرتے۔ عورتوں کے حقوق کل کی کل ریاست یونٹا سے چھین لیے گئے۔ مارن چرچ اور جلا وطنی مد کیلئے کمیٹی کو توڑ ڈالا گیا۔ اور انکی تمام جائیداد ضبط کی گئی۔ دس لاکھ ڈالر یا پینتالیس لاکھ روپے کی جائیداد اس طرح پر ضبط ہوئی اور بارہ سو آدمی کو تعدہ ازواج کی وجہ سے جلیان قوانین ڈالا گیا اور بارہ ہزار کے حقوق چھین لیے گئے جب یہاں تک ظلم کی نوبت پہنچی تو مارنوں کے پرنسپل ڈیپارٹمنٹ و ڈفرنس مصلحت وقت دیکھ کر یہ اشتہار شائع کیا کہ چونکہ کانگریس نے تعدہ ازواج کو قانوناً منع کر دیا ہے اسلئے میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنا یہ ارادہ ظاہر کرتا ہوں کہ ان قوانین ملک کی اطاعت اختیار کیا دے اور ان کلیسیا کے ممبروں کو جو میرے زیر اثر ہیں یہی صلاح دیتا ہوں کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔ اور میں عام طور پر شائع کرتا ہوں کہ میرا مشورہ تمام مارنوں کو یہی ہے کہ وہ اس قسم کا نکاح نہ کریں جس کی ملک قانون اجازت نہیں دیتے۔ اس اشتہار کے مضمون کو مارن چرچ کے جنرل کانفرنس نے بھی منظور کیا۔ اسپر فوجداری کا روایان بند ہو گئیں اور عام طور پر مارن لوگ تعدہ ازواج کے مسئلہ پر عمل کرنے سے رک گئے۔ اگرچہ خفیہ طور پر اسکے بعد بھی کہیں کہیں ایسی شادیوں کا رواج باقی رہ گیا ہے لیکن اس عمل منسوخی سے اصول تعدہ ازواج کو مارن لوگوں نے گزر نہیں چھوڑا بلکہ وہ اب بھی اسپر سے ہی قائم ہیں۔

یہ ایک قابل غور امر ہے کہ تعدہ ازواج کی منسوخی کیلئے باقاعدہ اور پر زور کوششیں ملک کی گورنمنٹ کی طرف سے اس وقت تک نہیں ہوئیں جیتک کہ مارنوں اور دوسرے عیسائیوں میں اس مسئلہ پر ایک بحث ہو کر مارن دلائل میں غالب ثابت نہیں ہو گئے۔ یہ مباحثہ سٹہ ایمین ہوا اور اسکے بعد ہی طرح طرح کے بل اور ایکٹ تجویز اور پاس ہونے لگے۔ مباحثہ میں زک اٹھا کر اور دلائل میں اپنے آپ کو کمزور دیکھ کر آخر کار عیسائی گورنمنٹ کو وہی ہتھیار استعمال کرنا پڑا جو ہمیشہ سے عیسائی مذہب کے راجا چلا آیا ہے۔ اس مباحثہ میں عام عیسائیوں کی طرف سے مباحثہ ڈاکٹر یونین تھا جو سرکاری چلین تھا اور جس نے دعوے کرتے ہوئے بلا سوچے سمجھے

یہ کہہ دیا کہ تعدد ازواج کو بائبل گناہ ٹھہراتی ہے وہی بائبل جس میں یہ لکھا ہے کہ خداوند اسرائیل کے خانے یون فرمایا ہے کہ میں نے تجھے مسخ کیا تاکہ تو اسرائیلیوں پر سلطنت کرے اور میں نے تجھے ساؤل کے ہاتھ سے چھڑایا اور میں نے تیرے آقا کا گھر تجھے دیا اور تیرے آقا کی جو روٹوں کو تیری گود میں دیا ۲ سموئیل باب ۱۲ آیت ۷-۸) تعجب ہے کہ وہی خدا جو بہت سی بیویاں خود بطور نعمت اور برکت کے ایک شخص کو دے۔ پھر ایک سے زیادہ بیویاں لینے کو گناہ بھی کہے لیکن جب ڈاکٹر نیومین نے دیکھا کہ تعدد ازواج کو بائبل سے گناہ ثابت کر کے دکھانا تو اس کی طاقت میں نہیں تو پھر اس نے پہلو بد لکر مباحثہ کیلئے یہ مضمون پیش کیا کہ کیا بائبل تعدد ازواج کی اجازت دیتی ہے۔ مادمون نے اس تغیر کو بھی منظور کیا اور مارن مباحثہ نے بائبل کے مختلف مواقع سے دو امور پیش کیے۔ ایک یہ کہ بائبل سے تعدد ازواج کی اجازت ثابت ہوتی ہے اور دوم یہ کہ ایک لفظ بھی بائبل میں ایسا نہیں نہ نئے عہد نامے میں اور نہ پرانے میں جہاں تعدد ازواج کو منع کیا گیا ہو۔ ڈاکٹر نیومین نے بالکل بوزے اور کمزور جواب دیے۔ درحقیقت یہ امر کسی عقلمند انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعدد ازواج بھی زنا کی مانند ایک سیاہ جرم کا ارتکاب تھا اور عیسائی تو زنا سے بھی بڑھ کر اسے سمجھ رہے ہیں تو پھر جب خدا تعالیٰ بار بار بائبل میں زنا سے روکتا ہے تو ایک مرتبہ بھی یہ کیوں نہیں کہتا کہ تعدد ازواج بھی بڑی شے ہے۔ کیوں خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوں کو جن کو اس نے اصلاح خلق کیلئے بھیجا۔ جیسے ابراہیم اسحق۔ یعقوب۔ موسیٰ علیہم السلام ایک مرتبہ بھی یہ نہ کہا کہ تم زنا سے تو بچے ہو مگر زنا سے بدتر تعدد ازواج ہے تم ہمیں کیوں پڑتے ہو اور کبھی ان کو اطلاع نہ دی کہ وہ خدا کی نظر میں تعدد ازواج کی وجہ سے گنہگار ہیں اور پھر حضرت مسیح نے بھی کیوں ایک آدھ لفظ میں تعدد ازواج کو زنا قرار نہ دیا حالانکہ بد نظری کو زنا قرار دیا۔ مارن مباحثہ نے استثنائے باب ۲ کا حوالہ دیا جہاں لکھا ہے کہ ”اگر کوئی بھائی ایجا رہتے ہوں اور ایک نہیں سے ۱۱ اور ۱۲ مر جائے تو اس مرحوم کی جو روکا یا کسی اجنبی سے نہ کیا جائے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس کھلوٹ کرے اور اسے اپنی جو رو کرے“ استدلال یہ تھا کہ یہاں بھائی کو حکم ہے کہ وہ اپنی بیوہ بھاج سے نکاح کرے اور قانون عام ہے یعنی یہ نہیں کہا گیا کہ اگر وہ بھائی پہلے شادی شدہ نہ ہو تو بھاج سے نکاح کرے ورنہ نہ کرے۔ پس نتیجہ اس کا صاف یہ ہے کہ خواہ وہ پہلے شادی شدہ ہو یا نہ وہ بیوہ بھاج کو نکاح میں لاسکتا ہے اور اس سے تعدد ازواج کی اجازت ثابت ہوتی ہے اسبطر حیر اور بہتر کے مواقع پیش کیے گئے جسے تعدد ازواج کی اجازت ثابت ہوتی تھی مثلاً استثنائے باب ۲-آیت ۱۰-۱۱ جہاں لکھا ہے کہ اگر کوئی مرد جنگ کے اسیر نہیں ”خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جو رو بناؤ

تو اجازت کے اس قانون کے رو سے بھی خواہ مرد پہلے جو رو رکھتا ہو اگر اسکو اسیر و مہین سے کوئی عورت پسند آجائے تو وہ شریعت کے رو سے اُسے بھی بیاہ سکتا ہے۔ اسی اصول پر خروج باب ۲۲-آیت ۱۶ سے ”اگر کوئی ایک لڑکی کو جو اس کی منگیت نہ تھی دم دیکے اس سے مباشرت کرے وہ البتہ اسے مہر دیکے اس سے نکاح کرے“ اور استثنائاً باب ۲۲-آیت ۲۶ سے جہان جبر زنا کر تیلے کو حکم ہے کہ وہ اس لڑکی سے اگر پہلے اسکی منگنی نہ ہو چکی ہو نکاح کرے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تعدد ازواج کی بائبل کھلی کھلی اجازت دیتی ہے۔ اب عیسائی بائبل کو موہتہ سے تو خدا کا کلام کہتے ہیں لیکن اگر یہی عقیدہ دل میں بھی ہو تو تعدد ازواج کو زنا نہ کہیں۔

ایک سوال ہے جو ہمیشہ ہمیں حیرت میں ڈالتا ہے اور چونکہ یہ بھی ایک موقع اس کے پوچھے کا ہے اس لیے ہم امید کرتے ہیں کہ عیسائی صاحبان ضرور اسکا جواب دیں گے اور وہ لوگ بھی جو تعدد ازواج کو برا سمجھتے ہیں۔ تعدد ازواج کو دور کرنے کے لیے بڑے سے بڑے ظالمانہ فعل کیے گئے یعنی جاہل دین صبط کی گئیں لوگ جلیانوں میں ڈالے گئے ان سے تمام حقوق چھین لیے گئے اور ان سے زمین لی گئیں کہ وہ تعدد ازواج کے اصول عمل نہیں کرتے ہم یہ ماننے کیلئے تیار ہوتے کہ واقعی عیسائی صاحبان کی یہ سب کوششیں جائز تھیں کیونکہ ایک رواج کو بدکاری سمجھ کر وہ دور کرنا چاہتے تھے۔ مگر اسوقت جب یہ بھی ثبوت مل جاتا کہ اسی قسم کی کوششیں انہیں مالک میں زنا کی جگہ کیلئے بھی کی گئی ہیں کیا کبھی کوئی ایسا قانون بھی نافذ ہوا ہے کہ جو شخص قسم اٹھا کر یہ بیان نہ کر سکے کہ اس نے زنا نہیں کیا اس سے حقوق چھین لیے جاویں کیا جب کبھی عام مجلسوں کے ہنر مند ہوتے ہیں تو کبھی کسی مہر کے متعلق یہ تحقیق کیا جاتا ہے کہ وہ کبھی زنا کا مرتکب تو نہیں ہوا جیسا کہ ایک بازن مہر کے متعلق قانوناً یہ تحقیق کی گئی تھی کہ وہ تعدد ازواج کا مرتکب تو نہیں ہوا بلکہ اس سے بھی تنزل کر کے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کسی جج یا گورنر سے یہ قسم لی جاتی ہے کہ اس نے کبھی زنا نہیں کیا۔ اتنا دور جانے کی بھی ضرورت نہیں یہی ثابت کر دیا جاوے کہ جب ایک شخص عدالت میں مرتکب نہ ثابت ہو جاتا ہے تو اس سے تمام حقوق چھین لیے جاتے ہیں یا وہ مہر کے لائق نہیں رہتا یا کسی عہدہ سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ یہ صاف صاف سوال ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ کوئی صاف گو ضرور انکا صاف جواب ہمیں دیکر مطمئن کرے گا اور ایسا جواب دینے میں اپنی کوئی ہمت نہیں سمجھے گا۔ اگر انکا جواب نفی میں ہے تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ تعدد ازواج سے اسقدر سخت نفرت اور زنا کی اسقدر بے غیرتی سے برداشت کیوں کی جاتی ہے کیا یہ محض اتفاقی امر ہے اور تعجب یہ ہے کہ زنا کی اولاد کو تو ولد الحلال قرار دینے کی راہیں تراشی گئی ہیں۔ مگر تعدد ازواج سے جو اولاد پیدا ہو وہ قانوناً ولد الحرام ہے۔ کیا درحقیقت تعدد ازواج زنا سے بھی بڑی بدکاری ہے۔ اگر ایک شخص دو بدکار عورتوں کو گھر میں رکھ کر کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ سو سائٹی میں مغرور بھی سمجھا جاتا ہے تو جو شخص ”نیکو“



عورتوں نے نکاح کرتا ہے وہ کیوں چلیا نہ میں جاتا ہے اور کیوں اس کے حقوق ضائع ہو جاتے ہیں تعجب کے عیسائی صاحبان مارمنوں کے اس دعوے پر بھی ناراض ہیں کہ حضرت مسیح کی تین بیویاں تھیں۔ ایک شخص مارمنوں اور عیسائیوں میں حکم ہو کر لکھتا ہے: ”پھر اس بات پر بہت ناراضگی ظاہر کی گئی ہے کہ مارمن کہتے ہیں کہ وہ تین عورتیں جو ہر وقت یسوع کے ساتھ رہی تھیں وہ اسکی بیویاں تھیں لیکن اگر وہ اسکی بیویاں نہ تھیں تو پھر جو عرض پیدا ہوتا ہے اس پر مطلق غور نہیں کیا جاتا۔ تعدد ازواج ان دنوں میں ایک معمولی بات تھی اور دنیا کے نجات دہندہ کے متعلق فضل یہ ہے کہ یہی کہا جائے کہ وہ تین عورتیں اسکی بیویاں تھیں۔ اور اور کوئی ناجائز تعلق ان سے نہ تھا۔ مگر عیسائیت نئے خیال کے ایک پیشہ پر ٹھوکر کھاتی ہے گو پرانے خیال کے اونٹ کو بھی نگلیا نیکو بنا کر دے، یہ بھی ایک موقع ہے اور اس پر غور کرنا نہایت ضروری ہے کہ تعدد ازواج پر عمل کر کے مارمن سوسائٹی بہت ساری بدکاریوں سے بچی ہوئی ہے۔ چنانچہ اسی مصنف کی تحریر سے جسکو فریقین میں سے کسی کی رعایت نہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ”سنتین تیرہ علاقے یوٹاہ میں ایسے تھے جنہیں نہ کوئی شراب کی دکان تھی نہ چمک نہ جواخانہ ۸۲-۸۸ء کے سرزمین یوٹاہ کے قیدخانہ میں اہ قیدی تھے جنہیں صرف پانچ مارمن تھے۔ حالانکہ مارمنوں کی آبادی غیر مارمنوں سے پانچ سو فیصدی بڑھی ہوئی تھی اسی سال میں شہر میں ۶۶ شرابخانے تھے جنہیں سے ۶۰ غیر مارمنوں کے تھے۔ ۵۰ ابلیر ڈکے کمرے اور سات قمار خانے تھے جن میں سے ایک بھی مارمنوں کا نہیں تھا۔ چھ چمکے تھے جن میں سب غیر مارمن ہی جاتے تھے۔ اور ۳۵ بدکار عورتیں ان چمکوں میں تھیں مگر مارمن ایک بھی نہیں تھی“ پھر وہی مصنف اس امر کی بھی شہادت دیتا ہے کہ ”تعدد ازواج کا رواج جیسا کہ مارمنوں کے دشمن کہتے ہیں۔ شہوات نفسانی کے پورا کر نیکی کے قایم نہیں کیا گیا بلکہ یہ ایک سچی کوشش اس عرض کی تھی کہ تاکثرت اولاد سے انسانی ترقی ہو“ اور پھر لکھتا ہے کہ ”افسوس ہے کہ اس کوشش کو جاہلانہ تعصب نے دبا دیا ہے۔ مگر جلدی نہیں تو دیر سے دنیا دیکھ لے گی کہ بچوں کی پیدائش میں ترقی کر نیکی کتنے فوائد اور حکمتیں ہیں اور پھر یہ سمجھ میں آئے گا کہ ہمارے شادی کے قوانین میں ترمیم ہونی چاہئے۔ مارمنوں کا تعدد ازواج کا رواج وحشیانہ طریق نہیں جیسا کہ ایک زانیہ کی قوم نے اسے کہا“ الغرض مارمنوں کے اس رواج کو شہوات نفسانی کی وجہ قرار دینا لغو بات ہے۔ اگر وہ نفسانی شہوات کے ایسے ہی دلدادہ ہوتے تو شراب کی ممانعت ان کے اصولوں کے رو سے۔ کیوں ہوتی کیونکہ شراب بڑھکر شہوات نفسانی کو جوش میں لانیوالی کوئی چیز نہیں ہے۔ تعدد ازواج کو مٹانے کی کوشش محض جہالت پر مبنی ہے کیونکہ اگر اس میں کوئی سچی انسانی ہمدردی کا تقاضا بھی ہے تو پھر زنا کی بیخ کنی کی طرف کیوں توجہ نہیں ہوتی۔ اور شراب بخوری اور زنا سے بچنے کی کیوں کوئی تدبیر نہیں کی جاتی



# کیا قرآن شریف تاریخ کے برخلاف کہتا ہے

انکو امیر سے ایک عیسائیوں کا پرچہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ قرآن کرم تاریخ کے خلاف کہتا ہے۔ اور ایسے قابل اعتبار نہیں۔ سب سے پہلا سوال ہر ایک عقلمند یہی کرے گا کہ تاریخ سے مراد کیا ہے واقعی جہالت سے یا تجاہل سے انکو امیر بائبل کے قصوں کو تاریخ فرض کرتا ہے۔ ان پادریوں میں ایک بات ہے چاہے اسے خوبی کہہ لو یا نقص کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اس سے انہیں کچھ سروکار نہیں اور نہ ہی اسکی پروا کرتے ہیں ہم یہ کہنے کیلئے تیار ہیں کہ ایک بھی سمجھدار عیسائی ایسا نہیں جو آج کل کی تنقید سے واقف ہو نیکیے باوجود یہ دعویٰ کرے کہ بائبل تاریخی غلطیوں سے پاک ہے اور یہ محض جاہلوں کو دھوکا دینے کیلئے ہے جو پادریوں میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلان واقعہ ٹھیک نہیں کیونکہ بائبل میں اس کے خلاف لکھا ہے۔ ان لوگوں کے دل نہیں نہ خدا کی کوئی عظمت اور نہ مسیح کی کوئی پرواہ ہے۔ مذہب کو ایک پیشہ بنا رکھا ہے اور جس طرح دکاندار کہتا ہے کہ میری چیزیں بڑھکر دوسری چیزیں اور یہی سب نقصوں سے پاک اور دوسرے کی ہمت یہ ہے یہی حال اس اخبار میں تین تاریخی غلطیاں قرآن شریف کی بتائی گئی ہیں۔ اول یہ کہ سورہ ہود میں اسحق کو یعقوب علیہما السلام کا بھائی کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ اس کا باپ تھا۔ تعجب ہے کہ قرآن کرم میں صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے بلا سوچے سمجھے پادریوں میں اعتراض کر دیتے ہیں۔ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مَنْ يَّعْبُدُ قَالَوا نَعْبُدُ الْهَآكِ وَالْهَآ اَبَاءَنا اَبَاءَنا اِهْلِيْمَ وَاَسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ الْهَآ... وَاَحَدًا (البقرہ-۱۳۳) یعنی۔ (یہ وہ کو مخاطب فرما کر) بھلا کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب بستر مرگ پر تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے آباء ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے۔ اب اس آیت میں صاف طور پر حضرت اسحق کو حضرت یعقوب علیہما السلام کے آباء میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے بڑھکر کیا حقائق کہ یہ کہا جادے کہ قرآن شریف انکو یعقوب ع کا بھائی کہتا ہے۔ اس سے ہود کے حوالہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صرف یہ الفاظ ہیں کہ فبشر نھا یا اسحق و من وراء اسحق یعقوب (ہود-۱۷) یعنی ہم نے ابراہیم کی بیوی کو اسحق کی خوشخبری دی اور من وراء

اسحق یعقوب کی خوشخبری دی۔ اب بھائی کا رشتہ قائم کر نیکی لیے ضروری ہے کہ یاد رکھنا صاحب یا تو یہ دکھاویں کہ ایک کو دوسرے کا بھائی کہا گیا ہے۔ یا دونوں کو ایک ہی ماں یا باپ کے بیٹے کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ یہاں لفظ میں ورا کا استعمال ہوا ہے جسکے معنی مفسرین نے دیکھو تفسیر کبیر اور لغت والوں نے (دیکھو لسان العرب) دو طرح پر کیے ہیں۔ ایک یعد اور ایک پوتا۔ لیکن الہ دونوں صورتوں میں سے بھائی کسی صورت میں بھی نہیں بنتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اول الذکر معنی لیکر یہ امکان ہے کہ حضرت یعقوب کو اسحق کا بھائی فرض کر لیا جائے۔ مگر ممکن طور پر ایسے معنی ہونی سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہی معنی ہیں۔ اور قرآن کریم نے سورہ بقرہ میں ذکر فرما کر ایسے امکان کو بھی دور کر دیا ہے۔ خوشخبری صرف نسل کی تھی۔ سوا اول بیٹے کی خوشخبری دی اور پھر بیٹے کے بیٹے کی۔ یا یوں کہو کہ یہ خوشخبری یہی کہ تمہارے ماں ایک بیٹا پیدا ہوگا اور اس کا بھائی ہوگا کہ وہ خود بھی صاحب اولاد اور انبیاء کے ایک سلسلہ کا باپ ہوگا۔ دوسری غلطی یہ بیان کی جاتی ہے کہ ”قرآن شریف میں لکھا ہے کہ فرعون کی عورت نے موسیٰ کو قتل کیا۔ حالانکہ فرعون کی لڑکی نے قتل کیا تھا“ یہ غلط ہے قرآن کریم نے کہیں نہیں لکھا کہ حضرت موسیٰ کو واقعی کسی نے قتل کیا۔ قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ **لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَ وَلَدًا الْقَصَصُ ۹** یعنی اسے قتل مت کرو شاید وہ ہمیں نفع دیوے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں۔ اور پھر اس سے پہلی آیت میں فرمایا **فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ**۔ اب ان دونوں آیتوں کو اکٹھا پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم تصریح نہیں کرتا کہ فرعون کی عورت اس کو بیٹا بنا چاہتی تھی یا اپنی بیٹی کا لفظ ولد سے جیسے بیٹا یا لیا جاسکتا ہے ویسے ہی بیٹے کا بیٹا بھی۔ ممکن ہے کہ اس کا منشا یہ ہو کہ اس کی لڑکی اس کو بیٹا بنالے یا خود بنانا منشا ہو اور بعد میں وہ منشا بدل گیا ہو۔ قرآن کریم ایسی باتوں کی تفصیل میں نہیں پڑتا۔ اور یہ کہیں نہیں کہتا کہ کس نے قتل کیا۔ اس کی عرض کسی گزشتہ قصہ کے بیان کر نیسے محض ان باتوں کا بتانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ یہ باتیں بھی وہ ایک پیشگوئی کے رنگ میں بیان کرتا ہے۔ اسی اصل عرض کو مد نظر رکھ کر یہ کتاب پاک کسی ضروری امر کو بیان کر دیتی ہے اور زواید کو چھوڑ جاتی ہے۔ قرآن کریم کے قصص بیان کرنے اور بائبل کے بیان کرنے میں یہ عظیم الشان امتیاز ہے۔ حضرت موسیٰ کا اس فوق العادت طریق سے اپنے دشمن کے ہاتھوں سے بچ رہنے کو بیان کرنا قرآن کریم کی اصل عرض ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مکی زندگی کے ابتلاؤں اور تشکیلات کے اندر یہ موجب تسکین ہو۔ اور دوسرے طرف آپ کے اپنے خطرناک دشمنوں کے ہاتھ سے بچ رہنے کی یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہو۔ اور معلوم ہو کہ وہی طاقتور خدا جس نے حضرت موسیٰ کو جبکہ وہ کوئی طاقت اور قدرت نہ رکھتے تھے ان کے سخت ترین دشمن کے ہاتھ سے بچا لیا۔ وہی زندہ اور مقتدر خدا جو تمام طاقتوں پر

غالب ہے اب بھی اپنے پیارے رسول اور برگزیدہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے خطرناک دشمنوں کے ہاتھ سے پچائیگا اور جس طرح بالآخر حضرت موسیٰ کو کامیاب کیا اور فرعون کو ہلاک کیا اسی طرح اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیاب اور آپ کے اعدا کو ہلاک اور ذلیل کرے گا۔ پس جہاں یہ باتیں بائبل میں محض قصص کے طور پر مذکور ہیں۔ قرآن کریم میں پیشگوئیاں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تکالیف کے اندر موجب تنگیں۔ یہ وعدے اور پیشگوئیاں اس وقت کی گئیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرف سے تکالیف کا نشانہ ہو رہے تھے اور ایک پہ سے بھی بڑھ کر کسی کیجا لیتے تھے۔ اس سبب سے اور غربت کی حالت میں آپ کو یہ وعدے دیئے گئے اور آخر ان وعدوں کے پورا ہونے نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ جو کچھ قرآن کریم گذشتہ انبیاء کے متعلق بیان کرتا ہے وہ بھی حق ہے کیونکہ وہ طاقتورستی جو آئندہ کے واقعات کو دیکھ سکتی تھی۔ وہ گذشتہ کے بیان میں کیونکہ غلطی کھا سکتی تھی اس طرح پر قرآن کریم کے قصص کی تصدیق تو خود خدا نے اپنے وعدوں کو جو قرآن میں ہی مذکور ہیں اور انہیں قصص میں پیشگوئیوں کے رنگ میں بیان کیے گئے ہیں پورا کر کے کر دی۔ مگر بائبل کے قصص کی تصدیق کس نے کی۔

تیسری غلطی جو اس اخبار میں بیان کی گئی ہے اور جس کو سب سے بڑی غلطی کہا گیا ہے یہ ہے کہ اس اخبار کے نزدیک قرآن کریم حضرت مسیح کی موت کی نفی کرتا ہے یہ محض واقفیت ہے۔ قرآن کریم موت کی نفی نہیں کرتا بلکہ جس طریق سے موت کا واقع ہونا بیان کیا جاتا ہے اسکی نفی کرتا ہے یعنی آپ کے صلیب پر مرنے سے انکار کرتا ہے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے مسیح کی موت کی نفی ثابت ہو باقی رہا صلیب کا قصہ۔ سو یہود تو کہتے تھے کہ... مسیح مصلوب ہو کر ملعون ہوا۔ اسیلئے وہ خدا کا استنباذ نہیں بلکہ نفی اللہ مقرر کیا تھا۔ اور عیسائیوں نے یہ عینہ اپنے لئے تجویز کیا کہ مسیح مصلوب ہو کر ملعون تو بیشک ہوا مگر وہ مقرر نہ تھا۔ گویا واقعات کو تسلیم کر کے انکے لازمی نتیجہ سے انکار کرتے تھے۔ پھر قرآن کریم نے یہ فرمایا ہے۔ کہ یہود اور عیسائی دونوں جھوٹے ہیں کیونکہ حضرت مسیح صلیب پر مے ہی نہیں اور اس واسطے ملعون بھی نہیں بلکہ خدا کے پیچھے بنی ہیں۔ عیسائی صاحبان کا اختیار ہے کہ چاہے یہود کو سچا مانیں چاہے قرآن کریم کو لیکن اول صورت میں حضرت مسیح کی نبوت سے انکار لازم آتا ہے۔ باقی رہی موت سو پادری صاحب اسکی فکر نہ کریں قرآن کریم نے صریح الفاظ میں فلما توفیتنی کنت الرقیب علیہم میں حضرت مسیح کی موت کا ذکر کر دیا ہے بلکہ اس آیت سے انکے دوبارہ آنے کی راہ کو بھی بند کر دیا ہے۔ ہاں مسیح کی موت عیسائیت کی موت ہے اور جی اٹھنا محض ایک قصہ ہے جو اب بھی انشاء اللہ قصہ ہی ہو گا اور اگر مسیح کی موت کا اور ثبوت پادری صاحب کو درکار ہو تو محلہ خانیار سرینگر کشمیر میں وہ اس انسان کو سویا ہوا پائینگے جسے وہ خدا سمجھ رہے ہیں۔

## رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۶- جنوری۔ اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوا بِشَفَاعَةٍ مِّثْلِهِ  
(فرمایا کہ رات کو مولوی نور الدین صاحب کے لیے دعا کر رہا تھا۔ انہیں شے متعلق معلوم ہوا تھا)

۱۹- جنوری۔ رؤیا میں کسی نے کچھ پیسے ہاتھ میں دیئے ہیں (یہ خواب نماز فجر کے وقت کا ہے) بعد میں الہام ہوا  
اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ

تھوڑی دیر بعد رؤیا دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں دو لٹاے کبریتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے  
کہ مضمون دونوں کے اندر ایک ہی ہے۔ ان میں سے ایک لٹاؤ اس شخص نے مجھے دیا ہے اور  
ساتھ ہی طبیعت الہام کی طرف منتقل ہو کر الہام ہوا۔ چونکا دینے والی خبر

۲۴- جنوری۔ نزول کے سبب حضرت اقدس کے ایٹن رخسارہ پر کسیتھورم ہو کر تیز بخار ہو گیا اسی  
حالت میں الہام ہوا بِسْمِ اللّٰهِ الْكَافِي۔ بِسْمِ اللّٰهِ الشَّافِي۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَفْوُ الرَّحِيْمِ  
بِسْمِ اللّٰهِ الْبَرِّ الْكَرِيْمِ۔ يٰ حَفِيْظُ يٰ اَعِزُّ يٰ اَرْفَقُ يٰ اَوْلِيُّ اِسْفِنِيْ

۴۰- میں نے یہ التزام کر لیا کہ ہر ماہ کے رسالہ میں گزشتہ ماہ کے الہامات  
اور رؤیا بقید تاریخ درج ہوں۔ اور جس قدر اسی ماہ کے الہام ہوں جس میں رسالہ نکلا ہے۔ وہ  
ٹائٹل پیج پر دیدیئے جایا کریں اور اگلے مہینے پھر انکو دوبارہ میگزین کے اندر چھاپ دیا جاوے +  
(ایڈیٹر)



# روایا و الہامات حضرت مسیح موعود (علیہ السلام)

یکم - فروری (۱) اِنِّیْ مَعَ الرُّوحِ مَعَكَ وَمَعَ اَهْلِكَ۔

(۲) اِنِّیْ لَا جِدْرَ سِیِّحَ یُوسُفَ لَوْلَا اَنْ تَفْنِدُوْنِ۔

(۳) ایک روایہ بھی کہ ایک کاغذ ہے جسکے اوپر کی دو تین سطریں فارسی خط میں ہیں باقی سب انگریزی ہے۔ اسکا مطلب یہ سمجھ میں آیا کہ گویا کوئی میرا نام لیکر کہتا ہے کہ دو سو پچاس روپیہ انہیں دیا جاوے۔

## اطلاع ضروری

(۱) بروئے قوا عدد رسالہ میگزین کا زرخیز و حتمی السح بحر کسی خاص حالات کے پیشگی وصول ہونا چاہئے اسلئے عدہ پر عمل کرنیکی صورتیں خریداران و دفتر کے بلین حساب بالکل صاف رہتا ہے حساب میں کسی قسم کی پیچیدگی واقع نہیں ہوتی بلکہ پیشگی وصولی میں ایک کو نہ کارخانہ نہ کو بھی امداد ہے اسواسطے جملہ خریداران بیباکی سے اپنی مدد کے عند اللہ عاجز نہ ہوں۔ سابقہ تقابلی رقوم کو جلد تر بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماوین ورنہ وی پی کے پہنچنے پر رقوم کی ادائیگی کو تعویق میں نہ ڈالین +

(۲) ترسیل روپیہ یا خط کتابت کرتے وقت نہ خریداری نہ لکھنے کی صورتیں شکایت توقف یا عدم تعمیل یا عدم جواب دہی (۳) جملہ خط و کتابت متعلق میگزین بنام مینجر میگزین ہونی چاہئے نہ کسی مالک یا مینجر مطبع یا دیگر صاحب کے نام۔ کیونکہ اس سے حج و طوالت کام کا احتمال ہے +

مینجر میگزین

## مدرسہ تعلیم الاسلام

مدرسہ کے اخراجات بہت بڑھے ہوئے ہیں سب جتنا کو چاہئے کہ مستقل اور یکمشت چند دنوں سے فتنہ کی عانت کریں۔ درجہ متعلق تمام رقوم بنام امین مدرسہ تعلیم الاسلام آتی چاہئیں۔ رسیدیں اخبار میں طبع ہوا کرتی ہیں +

نور الدین دین مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

کبریت احمر یا حیون ٹی کے استعمال سے ایک مہینے میں تین سیر خون صلیح تازہ بدن انسان میں پیدا ہوتا ہے جو ان کی قوت

دلت العز قائم رہتی ہے۔ استعمال کرنے سے پہلے اور بعد بدن کو وزن کرو اور آزاؤ اس سے بڑھ کر مہی مولد خون صلیح۔ مہشتی بدن کو مضبوط اور خوش رنگ بنانے اور چہرے کی سرخی اصلی طاقت و توانائی و نازگی پیدا کرنے والی ہے۔

ایجاد نہیں ہوئی اس کا اثر ان اعضاء پر جن پر نسل انسان کی پیدائش کا انحصار ہے۔ بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہے وہ خوشی جو عورت و مرد کی معاشرت کے باعث ہے اس سے فے الفور حاصل ہوتی ہے کبریت احمر اس کا نام اسی لیے رکھا گیا ہے کہ یہ دوا اعضاء کے تولید کے پرمردہ قوت کو از سر نو بحال کر نیکی ساتھ زندگی کو کمیاب نہایتی ہے قیمت فیشی ہے۔

**روغن در دگر وہ۔** در دگر وہ کے دے اور تکلفین ایسی سخت ہوتی ہیں کہ الامان عجیب و غریب و عن در دگر وہ میں خاص جب در کنکری کی وجہ سے ہوا کسیر کا کام دیتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے سنگریز و کونوٹ و کر اور ریزہ ریزہ کر کے نہایت ہلکے خارج کر دیتا ہے۔ تمام کنکری اور ریت نکل کر در دگر وہ کی نوبت پھر نہیں ہوتی۔ قیمت فیشی غیر سے۔

**عجیب و غریب مریم المعزومہ عیسے۔** اگر آپ دنیا بھر میں سب سے اچھا پڑا تاثیر تیر ہدف ہر قسم کے زخموں جراثیموں۔ چوٹوں۔ گلیٹوں۔ خنازیر۔ سرطان طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے کھون پھنسیوں۔ ناسوروں۔ گنج۔ خارش بواسیر اور طرح طرح کی جلد کی بیماریوں ہاتھوں کے سردی سے پھٹ جانے جانوروں کے کاٹ لینے جلانے اور عورتوں کے خطرناک اس سرطان رحم وغیرہ کیلئے ہزار ہا سال کا مجرب مقدس ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے حکما کا متفقہ با برکت علاج چاہتے ہیں تو یہ مبارک مریم اس کارخانہ سے منگائیے۔ جو اس کو خالص اجزا سے تیار کر نیکازمہ وار ہے طبی جہان اسکی کالیباب تاثیرات کامنوں ہے۔ یہ مشہور آفاق ہر

راہ۔ ۱۰۰ روپے کا۔ ہر جہاز کا قیمت۔ ۱۰ روپے۔ تمام شہادت مرتبہ کوئی عبد اللطیف صاحب شہید قیمت۔ ۱۰ روپے۔ تقریر حضرت اقدس جلالہ دہلیہ جو سید القلیہ میں دونوں قیمت ۲۰ روپے۔ خلافت ارشدہ رشتہ قیمت ۸ روپے۔

عمدہ التعمیم ۱۹۰۸ء  
مفت  
حکیم محمد حسین! نید برادر مالکان کارخانہ عیسے نو لکھا لاہور طلب کرو  
رسالہ قیمت مفت

## ضروری اطلاع

رسالہ نور الدین جبین قائل مصنف نے بعد نظر ثانی کیسے تصدیق کیا خوش و کاغذ پر چھپ کر تیار ہے قیمت علاوہ محصول اک کے۔ در خواستین اس پتہ پر ہوں + سید محمد عبد الاحد ہایت السخبر ل مرچنٹ وین کینٹ کمرہ جمیل سنگھ امرتسر

ط ۱۰۰ روپے کا۔ ہر جہاز کا قیمت۔ ۱۰ روپے۔ تمام شہادت مرتبہ کوئی عبد اللطیف صاحب شہید قیمت۔ ۱۰ روپے۔ تقریر حضرت اقدس جلالہ دہلیہ جو سید القلیہ میں دونوں قیمت ۲۰ روپے۔ خلافت ارشدہ رشتہ قیمت ۸ روپے۔

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ عَمَّا وَصَّلَى عَلَى سُوْلِهِ الْكَرِيمِ

## احمدی بھائیوں کی خدمت میں ایک ضروری التماس

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گزشتہ سے پیوستہ سال میں امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت احمدیہ کے نام میگزین کی عانت کے متعلق ایک واجب التعمیل ارشاد صادر فرمایا تھا جس میں اس دینی رسالہ کی مدد کیلئے بڑے پُر زور الفاظ میں تاکید فرمائی تھی جس پر اکثر اجابتیں پوری جو اندری سے بلکہ بعض نے تو اپنی ہمت اور ہماری توقع سے بڑھ کر واقعی جان توڑ کر عانت رسالہ میں کوشش کر کے کئی سو روپے کے ساتھ مدد کی۔ اس ہمت کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف رسالہ قریباً تین اپنے ضروری مصارف برداشت کر سکے قابل ہو گیا بلکہ کئی سو روپیہ بخاری تحصیل کا بھی اہل ہو گیا۔ علاوہ ازیں گزشتہ سال میں قریباً دو سو یا اس سے زائد رسالہ صفت بلا دیورپ و امریکہ اور اسیٹریلیا وغیرہ میں جاتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض مستعد اور سعید الفطر دون نے اس رسالہ کو نعمت الہی خیال کر کے اپنا ایمان اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ظاہر کیا۔

خیر یہ تو گزشتہ کا قصہ ہے۔ میں اس وقت اپنی قوم کے سامنے ایک نئی تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ قوم اسپر پوری توجہ کریگی۔ مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آج کل انگریزی زبان میں ایک ایسے اسلامی رسالہ کی کس قدر ضرورت ہے۔ ناظرین رسالہ سکے مضامین کو پڑھ کر خوب جانتے ہیں کہ اسلام پر کس کس طرح کے اندرونی اور بیرونی حملے ہو رہے ہیں اور انکی ترمیم کی قدر ضروری ہے۔ یہ تو ضرورت رسالہ کا ایک پہلو تھا۔ مگر اس سے زیادہ ضروری تبلیغ اسلام کا پہلو ہے۔ تبلیغ اسلام ہر ایک مسلمان کا فرض ہے تاکہ وہ لَتَاكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ کا مصداق بنے۔ اور سو ذلت سے بڑھ کر ضرورت تبلیغ بلا دیورپ امریکہ میں ہر جہاں کل کے کل سمجھدار آدمی کفارہ مسیح اور الوہیت مسیح کے عقیدہ سے بیزار ہو کر اس وقت زبان حال سے بچارہ ہیں کہ انہیں کوئی اور پاک مذہب اور زندہ مذہب درکار ہے اسی رسالہ میں میں نے ایک آزاد خیال مگر دشمن انسان کا ایک قول نقل کیا ہے جو کہتا ہے کہ اس وقت ہمیں ایسے زندہ مذہب کی ضرورت ہے۔

جس میں تمہارا ہمارا تائید و نصرت کر کے اور اپنے الہام اور کلام سے ہمیں شرف کر کے اپنی سستی کا یقین تمام ہمیں بخشنے سو  
 برادران میں آپکو خوشخبری دیتا ہوں اور سچے دل سے مبارکباد کہتا ہوں کہ وہ پاک سلسلہ ہی آپ کا ہی مذہب  
 احمدی ہے۔ یہی ایک سچا مذہب ہے جس کی دنیا آج پیاسی ہے مگر ان تشنہ لبوں تک اس زندہ اور جاری چشمہ کو  
 پہنچانیکے لیے ہمت درکار ہے۔ یوں تو خدائے اپنے وعدوں کے مطابق یہ کام کرنا ہی ہے اور اگر ہم کم ہمتی دکھاؤنگے  
 (خدا نحرے کہ ایسا ہو) تو وہ اور قوم کو اس کام کیلئے پیدا کر دیگا کیونکہ اسکے وعدے ہم اپنی آنکھوں سے روز روشن  
 کی طرح پورے ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں پس یہ وعدہ کہ میں اس سلسلہ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔ اور  
 مسیح موعود کے ذریعہ سے دین کو دوبارہ زندہ کرونگا جس کا بہت کچھ ظہور ہو بھی چکا ہے کیونکہ پورا نہ ہوگا۔  
 ہاں ضرور پورا ہوگا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ہمت درکار ہے خدا ہمیں سب کو ہمت دے دینا کی زندگی کے بہت دن  
 نہیں ایسا نہ ہو کہ وہ وقت یونہی آپہنچے اور ہم غافل ہی ہوں۔ یہ جماعت ایک مبارک جماعت ہے جس نے خدا کے  
 زندہ نشاں کو دیکھ کر زندہ ایمان حاصل کیا ہے مگر اس کی ذمہ داریاں بھی بہت ہیں۔ ”دین کو دنیا پر مقدم کھڑا“  
 برادران یہ ایک ایسا فقرہ ہے جو آپ سب کی زبان پر جاری ہوا ہے اور اس مبارک وقت میں جاری ہوا ہے  
 جب آپ نے ایک گندی زندگی سے نجات حاصل کر کے (میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں) ایک نئی  
 زندگی اور نیا ایمان حاصل کیا اس فقرہ کو یہ وقت بھی بھولیں نہیں کیونکہ اسی پر نجات کا مدار ہے۔ جب تک  
 دین کو دنیا پر ترجیح نہ دی جائے گی۔ نجات کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔ تمہارے پیارے امام نے خدا تعالیٰ کی لاکھوں  
 لاکھ برکتیں اور درودا سپر ہوں اس فتنوں اور فسادوں کے زمانے میں کہتے ہیں اس مبارک راہ پر چلا دیا ہے۔  
 جیسے چکر ختم دونوں عالم کی راحت حاصل کر سکتے ہو پس ہر وقت اس کوشش میں لگے رہو تا خدا کے پیارے  
 اور برگزیدہ کی دعائیں تمہارے شامل حل ہو کر تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ۔

اب میں اصل مقصد کی طرف رجوع کرتا ہوں میری غرض یہ ہے کہ یورپ اور اریک میں اسلام کی تبلیغ کیلئے بہت  
 بڑی ہمت درکار ہے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے احمدی جماعت ہی کو اس وقت اس کام کیلئے منتخب  
 فرمایا ہے۔ تبلیغ دین کیلئے اس وقت ہمارے ہاتھ میں ایک ہی ذریعہ ہے اور اگرچہ وہ وقت بھی قریب آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 ہزاروں ذریعے پیدا کر دیگا اور اگرچہ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ملائک ہی کام کر رہے ہیں مگر بطور سبکیں اس وقت  
 ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہم یہ مبارک پیغام کہ خدا زندہ ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے اور اس زمانے میں بھی اپنے  
 کلام سے اپنے پیاروں کو ممتاز فرما کر اپنی قدرت کے وہ نشان ظاہر فرماتا ہے جو پہلے انبیاء کی وقت میں ظاہر فرمائے اور  
 اسی طرح سے اب بھی وہ راہ کھلی ہے جو ہمیشہ کھلی چلی آئی ہے جیسے چکر اسکی سستی کا یقین نام پیدا ہو کر انسان کو۔  
 شیطان کے تسلط سے نجات ملتی ہے غرضیکہ یہ مبارک پیغام ہم اس وقت اس رسالہ کے ذریعے جو انگریزی زبان میں



شائع ہوتا ہے خدا کے احسان سے گھر بیٹھے ہی دور دور تک پہنچا سکتے ہیں اور اسکا پہنچا ہوا فرض یہی ہے کہ یہ خدا کا احسان ہے ورنہ اس سے پہلے اسی مقدس پیغام کے پہنچانے کے لیے ہزاروں مقدس جانیں تلف ہوئی ہیں پس سوال یہ ہے کہ کونسا راہ ہمیں اختیار کرنا چاہئے کہ یہ پیغام بہت لوگوں کے کانوں تک پہنچ جائے۔ مسئلہ ۱۹ء میں جب حضرت امام علیہ السلام نے اس رسالہ کی اعانت کیلئے تحریک کی تو مختلف صورتوں میں آپ کے جان نثاروں نے آپ کے اس حکم کی تعمیل کی بعض نے کشت رشتیں بھیجیں اور بڑی بڑی رشتیں بھیجیں بعض نے شنب روز اپنی ہمت کو اس کام میں صرف کیا کہ رسالہ کیلئے خریداریاں کریں بعض نے خود رسالہ کی خریداری اختیار کی اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اکثروں نے اس کے لیے دعائیں بھی کی ہونگی مگر میں دیکھتا ہوں کہ وہ ابتدائی جوش اب نہیں ہے۔ میں اس وقت ایک ایسی تجویز پیش کرتا ہوں کہ جس سے غریبے غریب آدمی بھی اس دین الہی کی تبلیغ کے کام میں معاون ہو سکے میں نے اس خط میں کسی نخلص کا نام لیکر ذکر نہیں کیا کیونکہ خط لمبا ہوتا تھا اور حباب خلاص کی طرف دیکھا جاتا ہے تو ایک دوسرے سے بڑھ کر نظر آتا ہے اور اس سے پہلے وقتاً فوقتاً ایسے اجاب کا ذکر میں کرتا بھی رہا ہوں مگر میں خاص طور پر اپنے مکرم سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کے حضرت اقدس کی تحریک پر رسالہ کے خریداریاں کرنے کے لیے جو کوشش کی وہ ہدایت قابل تعریف ہے مگر اسکا ذکر کرنا اس جگہ میرا مقصد نہیں ہے اس کے علاوہ اس وقت انہوں نے اپنے ذمہ یہ بھی فرض کر لیا ہے کہ پانچ روپیہ ماہوار باقاعدہ میگزین کی اعانت کے لیے بھیجتے رہتے ہیں اور اس طرح اپنی طرف سے ہم تیرہ یا چودہ سالے ہرقت ولایت میں مفت بھیج سکتے ہیں اور بھیجتے رہتے ہیں میری تجویز یہ ہے کہ اس طریق کو توسیع دیجائے اور ہر شخص بقدر ہمت ایک رقم ماہوار اپنے ذمے مقرر کر لے ایک غریب آدمی بھی ایک پیسہ روز آسانی سے پس انداز کر کے اس طرح سے ہر ماہ دین آٹھ آٹھ یا سال بھر میں چھ روپے تبلیغ دین میں صرف کر سکتا ہے اور یہ کوئی مشکل امر بھی نہیں ۸ روپے ہی شخص ۶ روپے ماہوار بھی اس اعانت میں دے سکتا ہے اسکی طرف سے بھی ایک سالہ انگریزی مفت جاری ہو سکتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اگر کھوڑی سی توجہ بھی کی جائے تو یہ امر چندان مشکل نہیں ایک بچہ بھی ایک پیسہ روز لے جاتا ہے اور اپنے مصارف کیلئے تو انسان ایک پیسہ چھوڑ کر ہی پیسے روز صرف کر دیتا ہے۔ مگر اس ایک پیسہ روز لگ کر نیسے ایک عظیم الشان سلسلہ تبلیغ قائم ہو سکتا ہے جب تک کہ چھوٹے عقیدہ کی اشاعت کیلئے ہزاروں مشن قائم ہیں اور کوئی عیسائی ایسا نہیں جو کچھ نہ کچھ مشن کی اعانت نہ کرتا ہو تو نہایت افسوس ہو گا اگر اس دین حق اور سلسلہ حق کی تبلیغ کیلئے ایک غریب زمیندار بھی ایک پیسہ روز لگ نہ کرے اور کچھ حسب حیثیت جو لوگ زیادہ پس انداز کر سکتے ہیں وہ ایک یا دو یا تین روز لگ کر کے پانچ پانچ دس دس سالے ولایت میں مفت بھیج سکتے ہیں اگر اس جماعت میں سے دس ہزار آدمی بھی ایسا پیدا ہو جائے جو بحساب وسط کوئی کم کوئی زیادہ دیکر ایک ایک رسالہ ماہر بھیج سکتے تو اس وقت بہت دور دور تک اس تبلیغ کے کام کی توسیع ہو سکتی ہے۔ میں بڑے بڑے شہر و مکی جماعتوں کے کارکن ممبروں سے بالخصوص

یہ اسلندہ کرتا ہوں کہ اس تجویز کو توسیع دین اور غریب آدمی کو بھی جو ایک پیسہ یا ایک تہاہوار دیکھتا ہو اس کا نصیر بن شامل کریں۔ اور اس طرح اس میں حق کو نہ الگ غیر میں پہنچا کر اصرار دین الہی ہوں۔ یہ رقوم پر جائے سالانہ بھیجنے کے اگر اہوا پر پہنچتی رہیں تو فیئہ والوں کو زیادہ سہولت ہو سکتی ہے پس بن احمدی جماعت کے ہر ایک فرد سے پھر یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں سستی نہ کریں۔ ہم نہیں جانتے کہ کتنے دن ہماری زندگی کے باقی ہیں۔ اگر ہماری کوشش سے ایک آدمی بھی دین حق کو قبول کرے تو بیشک ہم کامیاب ہو گئے۔ مگر سوقت ایک منفقہ کوشش دکا رہے۔ ایک آدمی کی الگ الگ کوشش کچھ نہیں کر سکتی میں امید کرتا ہوں کہ جو احباب میری اس تجویز سے متفق ہو گئے وہ اپنی پوری کوشش اسکے کامیاب کر نہیں صرف کرینگے اور اس خط کو میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے چند الفاظ پر ختم کرتا ہوں +

”چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہو گا کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو غلیطیان اور گمراہیان عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں انکو دور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے اور اس غرض منکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا ہو پورا کیا جائے۔ اسلئے اور انہیں اغراض کے پورا کرنے کے لیے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ اسلئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جو اندرون کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہانتک اُسے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلا دیں۔۔۔۔۔ جو کوئی میری موجودگی اور زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہو گا۔۔۔۔۔ بعد اسکے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا بھاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسے کے برابر نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کرے اسکی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اسکے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائیگی۔۔۔۔۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو ہٹ کر تو وہ ایک قوم پیدا کر دیگا کہ اسکی خدمت بجا لائیگی۔۔۔۔۔ اور وہ وقت چلا آتا ہے کہ تم مجھے نہیں دیکھو گے اور بہتوں کو حسرت ہوگی کہ کاش ہم نے نظر کے سامنے کوئی قابل قدر کام کیا ہوتا۔۔۔۔۔ اور اگر تم اس قدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائیداد کو اس راہ میں بچھو دے پھر بھی ادب سے دور ہو گا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔۔۔۔۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس خدمت کے ساتھ دوسری خدمات میں بھی سست مت ہو۔۔۔۔۔

اخیر میں میری یہ استدعا ہے کہ جس صاحب کو یہ اشتہار پہنچے وہ کوشش کرے کہ دوسروں تک بھی اسے پہنچا دے۔

الراقم۔ خاکسار محمد علی منجریہ یو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور